Postal Regd.No.LW/NP/63/2003to2005

SEP 2005

Vol. No. 4 - Issue No. 22

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

R.N.I No-UPURD/2001/6571

(0522) 2740151 دفتر ماہنامہ

2741272 دفتر اہتمام

2741221 رابطہ ادب اسلامی (فیکس)

2741834 مجلس صحافت و نشریات

Mobile : 09415786548 Shop : 0522-2274606 Phone : 0522-2616731 (R)

Mohd. Akram Jewellers

محمد اکرم جویلرس

Near Odeon Cinema, Lucknow.

Phone : 2266786

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

ثناء جویلرس

Sana Jewellers

۱۲/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

301/12, Sarai Bans,
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Phone : 2260433

جدید و دلکش سونے، چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gehna Palace

Whenever You See Jewellery,
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

Resi : 2226177
Akbari Gate 2268845

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

Shop: 9415002532
2613736
3958875

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد، لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow - 18

Abdullah Malik
Managing Director

Ph (0522) 2266824
2252789
Off 2240999

S. ABDUL MALIK & SONS

ایس. عبدالملک اینڈ سنس

Specialist in :
Indian Attars & Synthetics Essential Oils

253/28, Nadan Mahal Road, Nakhas, Lucknow U.P India
Website : malikattars.com
E-mail : shamamahouse@rediffmail.com

Editor : **Shamsul Haq Nadwi** Office Ph 2741235 (Ext) 18 Printed & Published by **Athar Husain**
on behalf of **Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat** at **Parekh Offset Printing Press**, Tagore Marg, Lko. Ph. 0522-3943484

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

اشاعت کا ۴۲ واں سال

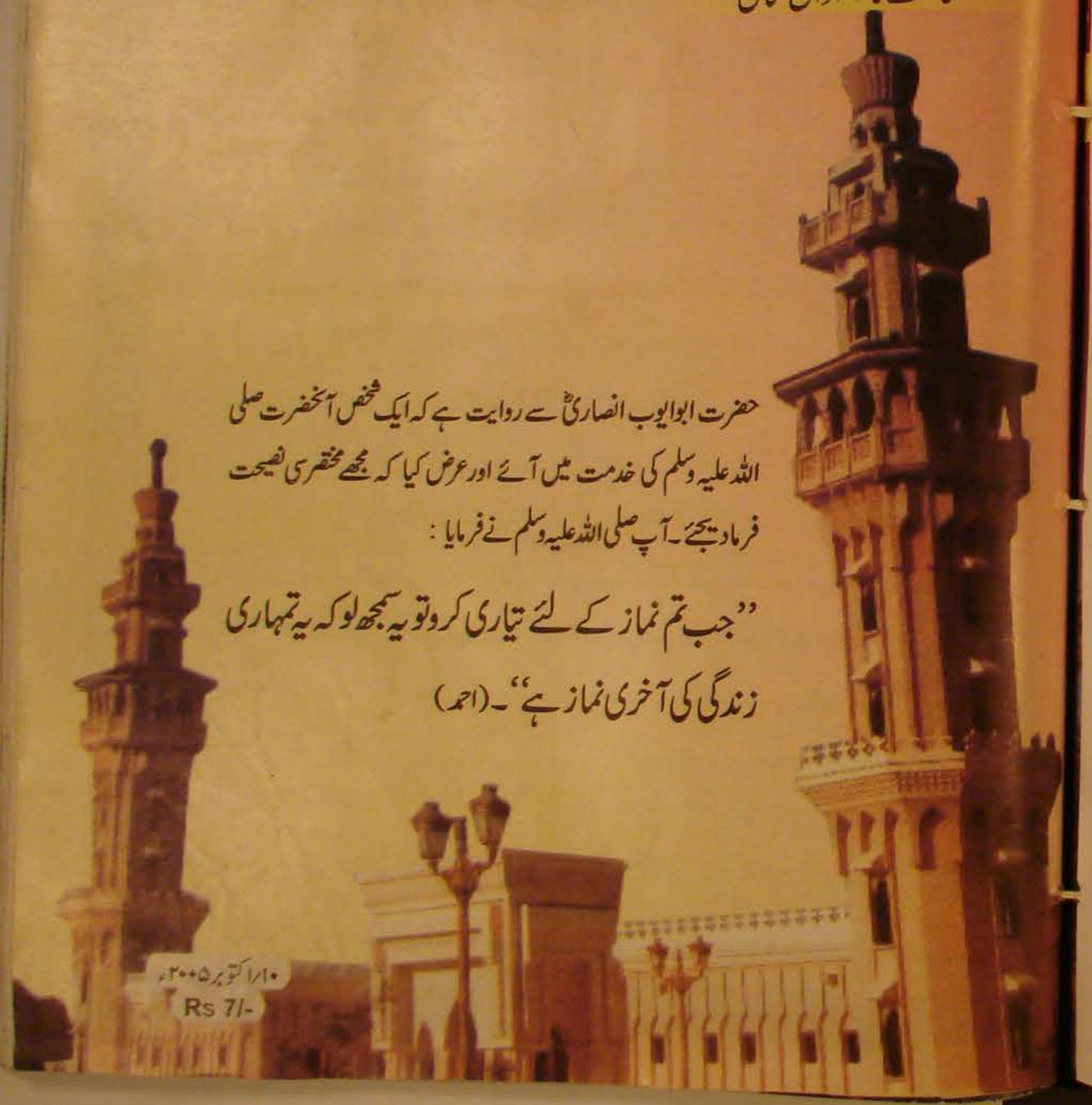

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ مجھے مختصر سی نصیحت فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم نماز کے لئے تیاری کرو تو یہ سمجھ لو کہ یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہے"۔ (احمد)

۱۰/۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء

Rs 7/-

تمام ادیان ومذاہب پر اسلام کا غلبہ

دیکھو کہ لامذہبیت پر مذہبیت غالب ہے چند پیشہ ور کتاب سازوں یا سبق فروش معلّموں کو جانے دو، جو وساوس پانی کی روٹی کھاتے ہیں۔ عام فطرت انسانی پر مذہب کی گرفت اسی طرح سخت ہے جس طرح ہمیشہ سے تھی آخر اگر لامذہبیت کا اسی قدر زور ہو گیا ہے تو جس یورپ کے متعلق یہ سنایا جاتا ہے، کیوں نہیں وہاں کے باشندوں نے لامذہب ہونے کا اعلان کیا ہے۔

سچ ہے کہ انسانی دماغ کی جو ذہنی ساخت ہے اس میں اتنی تنگی یا پستی کس طرح پیدا ہو سکتی ہے کہ ماضی و مستقبل کے انجام کے فیصلہ کے بغیر وہ اپنی زندگی گزارے۔ کہاں سے آیا ہوں؟ کہاں جا رہا ہوں؟ کیوں آیا ہوں؟ چلنے والے کے سامنے ان سوالات کے جواب نہیں ہیں۔ کیا وہ ایک قدم بھی آگے بڑھ سکتا ہے۔

بہر حال کم از کم اس وقت تک تو دنیا میں لامذہبوں سے زیادہ، بہت زیادہ، بہت ہی زیادہ تعداد مذہبی لوگوں کی ہے اور مذاہب میں ہر حیثیت سے جو وزن اسلام کو حاصل ہے، کسی کو نہیں ہے، پس اس کا منطقی نتیجہ کیا یہی نہیں ہوا کہ لامذہبیت پر مذہب غالب اور تمام مذاہب پر اسلام غالب اس لئے سب پر اسلام غالب ہے۔

جب مسلمان اپنی نگرانی دوسروں کے سپرد کر کے رسول علیہ السلام کی نگرانی سے اس وقت محروم ہیں، اس زمانہ میں بھی اسلام کے غلبہ کا یہ حال ہے، تو کیا حال ہوگا، جب دنیا کے نگراں بن کر پھر رسول ﷺ کی نگرانی کی سعادت مسلمان حاصل کر لیں گے، کچھ نہیں کوئی کام نہیں، جب تک اصل کام نہ ہوگا، کسی کام میں کوئی برکت نہ ہوگی، بہت آرام لے چکے تھکن مٹ چکی، کام بہت باقی ہے، ہوتا کہ چونکنے والے چونکتے اور ''درا'' کی اس ''بانگ'' پر چل پڑتے ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے — دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کردے
وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے — نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

(حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ

اشاعت کا ۴۲ واں سال

جلد نمبر ۴۲ | ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۵ء مطابق رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ | شمارہ نمبر ۲۲

زیر سرپرستی:
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:
حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام
مولانا شمس الحق ندوی
معاون
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رئیس التحریر
امین الدین شجاع الدین
معاون
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
☆ مولانا نذر الحفیظ ندوی ☆ مولانا عبداللہ حسنی ندوی
☆ مولانا محمد خالد ندوی غازیپوی

زرتعاون
سالانہ: =/۱۵۰ فی شمارہ =/۷
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک: =/۳۵ ڈالر
ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ
Tameer-e- Hayaat
Post Box No. 93, Tagore Marg, Badshah Bagh Lucknow-226007
فون (دفتر) 18 2787250 (Ext) (0522) 2740151 مہمان خانہ

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکیو آفسیٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات نیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کرایا۔

اس شمارے میں

رئیس التحریر کی میز سے
زندہ قوموں کا شعار کاسۂ گدائی نہیں

اداریہ
دین اسلام مغربی آقاؤں کی نظر میں ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی ۳

گلہائے عقیدت
نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مولانا مناظر احسن گیلانی ۶

رئیس التحریر کے قلم سے
پھول کچھ میں نے چنے امین شجاع ۷

مضامین، مقالات، شعروسخن
کامیابی کا راز شریعت مطہرہ پر عمل کرنے میں ہے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۸
یہ ماہ مبیں رحمتیں لے کے آیا جناب عبرت صدیقی ۹
روزہ اور اسوۂ نبوی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ۱۰
تمام اجزائے جسمانی کا ہونا چاہئے روزہ جناب متین احمد ۱۱
دعوت افطار کے مشروع طریقے مفتی محمد زید مظاہری ندوی ۱۲
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے جناب محمد الغزالی ۱۴
ساحل دور ہے اور خطرہ قریب ماخوذ اہل علم کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں ۱۸
نبوت محمدی کے خلاف اعلان جنگ جناب مولانا محمد عارف سنبھلی ۲۰
نتیجۂ امتحان سالانہ معہد سکروری ادارہ ۲۲
تحفظ کے ساتھ خود احتسابی کی بھی ضرورت امین الدین شجاع الدین ۲۵
رسید کتاب (بکھرے موتی حصہ سوم) جناب مولانا شمس الحق ندوی ۲۷
فتاوی اور عدالت کے فیصلے اور دوہرا معیار امین شجاع ۲۸
پھول کھلے ہیں گلشن گلشن اصحاب فکر ونظر ۲۹

متفرقات
۲۲ر شعبان کی ندوہ کی ایک شام امین الدین شجاع الدین ۱۷
اعلان داخلہ امارت شرعیہ بہار ادارہ ۱۹
ہوش میں آ مسلم خوابیدہ! جناب متین احمد ۳۰

آخری صفحہ
علم کا سفر اللہ کی رہنمائی میں ہو امین الدین شجاع الدین ۳۲

آپ کے پتہ کے کنارے خریداری نمبر کے پیچھے کا لال یا لال گھیرے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں (منیجر)

Md. Imran Usman. Mob: +91-9935463150

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی

زندہ قوموں کا شعار کاسۂ گدائی نہیں، عطاو بخشش ہے

ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے بارے میں غور وخوض کرنے کی جن کو توفیق ملتی رہتی ہے، وہ کم از کم دماغ سوزی کی توفیق کو ہی غنیمت سمجھتے ہیں۔ صدق دلی سے امت کی غمخواری وہمدردی نعمت خداوندی ہی ہے رسول صادق وامین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ ''دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے'' کی روشنی میں ملت اپنے مسائل پر غور کرے تو اس کی آنکھیں کھل جائیں اور یقین کی دولت اس کے ہاتھ آجائے برخلاف اس کے کہ وہ یاس ونا امیدی کا شکار ہوکر اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے جھوٹے آقاؤں کی طرف حسرت وامید کی نگاہوں سے دیکھتی رہے۔

حقیقی اور اصل مسئلہ یقین کا ہے، اس بات کا یقین کہ مسلمان جس دین کے حامل ہیں وہ اس دنیا کے کارخانہ کے خالق ومالک کا دین ہے اور اس کے قوانین اسی کے وضع کردہ ہیں لیکن برا ہو احساس کمتری کے مرض کا کہ اس نے ان کے اس یقین کی بنیادوں کو متزلزل کردیا ہے اور خود فراموشی اور خدا فراموشی نے انہیں غفلت کی ایسی نیند سلادیا ہے کہ انہیں اس کی بھی خبر نہیں یا شاید شعور وادراک بھی نہیں کہ ان کے دامن میں کیسی کیسی نعمتیں اور ان کی جھولی میں کیسے کیسے نسخے ہیں جن کی مدد سے نہ صرف ان کے مسائل حل ہوسکتے ہیں بلکہ دنیائے انسانیت کو درپیش چیلنجز کے لئے بھی وہ تدابیر ہیں جن کو اختیار کئے بغیر دنیا کا ''امن وسلامتی کی دنیا'' بن جانے کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا!

لیکن مسلمانوں کے احساس کمتری اور اغیار کے تعصب کا ستم دیکھئے کہ ان باتوں نے اسلام کو کٹہرے میں لاکھڑا کیا ہے ایک مثال مسلمان عورتوں ہی کی لیجئے ان کی مظلومیت کو اس وقت ایک موضوع بنادیا گیا ہے اور ایڑی چوٹی کا زور لگایا جارہا ہے کہ یہ ثابت کردکھایا جائے کہ اسلام میں عورت مظلوم ہے۔

ہم تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے سردست عورتوں ہی سے متعلق صرف دو مسائل طلاق اور وراثت میں ان کے حق کے ہی مسئلوں پر ذرا حقیقت پسندانہ انداز سے غور کرلیجئے۔ یہ دونوں مسئلے ایسے ہیں جو قانون فطرت سے میل کھانے والے اور مبنی برانصاف ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ اسلام حلال امور میں سب سے ناپسندیدہ امر طلاق کو قرار دیتا ہے لیکن زندگی کے نشیب وفراز اور اس کی دھوپ چھاؤں سے واقف کار حضرات اس تلخ حقیقت کو جانتے ہیں کہ کبھی کبھی زوجین کے مابین تلخی اس درجہ تک پہونچ جاتی ہے کہ علحدگی ہی میں ان کے لئے عافیت وسلامتی ہوتی ہے بصورت دیگر وہ ناخوشگوار واقعات اور سانحات پیش آتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ افسوس کہ خصوصیت کے ساتھ ہمسایہ قوموں میں اس کی نظیریں دیکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے چنانچہ دوسرے مذاہب کے لئے بھی طلاق کے طریقہ کو اپنائے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا اور انہیں اس کے لئے قانون وضع کرنے پڑے۔ دوسرا مسئلہ عورتوں کے حق وراثت کا ہے اگرچہ اس سلسلہ میں مسلمانوں کے ہاں بھی بڑی بے اعتدالیاں موجود ہیں لیکن اسلام ایک علحدہ چیز ہے اور مسلمان بالکل دوسری چیز۔ دنیا کو اپنی اس غلطی یا غلط فہمی کو سمجھنا چاہئے کہ مسلمان کے کسی عمل کو اسلام کا قانون نہیں قرار دیا جاسکتا، اس عمل سے قطع نظر اسلام وراثت میں عورتوں کا حق دیتا ہے جو عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے اور حقوق نسواں میں سے ایک ایسا فطری وضروری اصول ہے کہ ہماری ہمسایہ قوموں نے بھی وراثت میں عورتوں کے حصہ کے حق کو اپنے ہاں بھی رائج کیا تاکہ دنیا میں ایک متوازن، مبنی برانصاف نظام قائم ہو اور حقوق نسواں کی حق تلفی نہ ہو۔

تأسف اس بات کا ہے کہ یا تو تعصب اس قدر کارفرما ہے کہ اسلامی اصولوں اور قوانین کی مدد سے ہی اپنے دردکا درماں بھی کرتے ہیں اور وقت آنے پر جی بھر کر انہیں کوستے بھی ہیں یا تو پھر ناواقفیت کا یہ عالم ہے کہ اپنے ہاں اصلاح کے ایسے عمل کے اصل سرچشمے اور منبع کی جانکاری ہی نہیں رکھتے لیکن افسوس کہ نعمت اسلام سے دوسروں کی ناواقفیت کا گیا شکوہ کیا جائے کہ خود مسلمان بھی اس کا صحیح شعور وادراک نہیں رکھتے بلکہ اس کے برعکس احساس کمتری میں بآسانی مبتلا ہوجاتے ہیں

افسوس کہ عام مسلمانوں کی فطرت مسخ ہوتی جارہی ہے اور ان کی بے دینی سے دین بیزاری پیدا ہورہی ہے ورنہ دین فطرت اسلام کل بھی تروتازہ تھا، اور آج بھی شاداب ہے اسلام کے قوانین کی تازگی کل بھی اپنے وجود کو منوارہی تھی اور اس کی شادابی آج بھی برقرار ہے نیز اسلام زندگی کو حیات بخش غذا کل بھی فراہم کرتا رہے گا۔

اسلام اور اسلامی قوانین فطرت کے عین مطابق ہونے کی بنا پر دنیا اور دنیوی قوانین کو ہمیشہ ''دینے والے'' ثابت ہوتے رہے ہیں اس حقیقت کو جس دن مسلمان ذہن نشیں کرلے گا وہ احساس کمتری کے جھوٹے حصار سے باہر نکل آئے گا اور اس وقت اس کے ہاتھ میں کاسۂ گدائی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یقین کی وہ دولت ہوگی جس سے زنجیریں کٹ جایا کرتی ہیں۔ ○○○

دینِ اسلام اور فریب خوردہ مغربی آقا

ع خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء ومدیر البعث الاسلامی)

اسلامی تاریخ کے آغاز سے ہی اغیار کے ٹولوں نے دین اسلام کو تخریبی ریشہ دوانیوں اور اسکی تصویر کو مسخ کرنے میں سازشوں سے کام لیا ہے، اور انہوں نے اپنی ساری توانائیاں نورِ الٰہی کو گل کرنے پر جھونک دی ہیں جبکہ خداوند قدوس اپنے نور کو پھیلا کر رہے گا، کئی آیتوں میں اس حقیقت کی نشاندہی موجود ہے، چنانچہ سورہ الصف میں اللہ کا ارشاد ہے ﴿یریدون لیطفئوا نور اللہ بأفواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون﴾ ''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (پھونکوں) سے بجھادیں، اور اللہ اپنا نور پورا کرکے رہے گا اگرچہ منکرین ناپسند کریں''۔

سورہ المنافقون میں منافقین کے بارے میں ارشاد ہے: ﴿واللہ یشھد إن المنافقین لکاذبون اتخذوا أیمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ إنھم ساء ما کانوا یعملون﴾ ''اور اللہ گواہ ہے کہ اہل نفاق بالکل جھوٹے ہیں، انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے پھر اللہ کے راستہ سے روکا، بلاشبہ جو کچھ وہ کررہے ہیں برا ہے (انجام کے اعتبار سے)''۔

سورۂ جمعہ میں فرمایا: ﴿مثل الذین حملوا التورٰۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل أسفارا بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین﴾ ''ان لوگوں کی مثال جن کو تورات کی ذمہ داری عطا کی گئی پھر انہوں نے اس کو نہیں نبھایا، گدھے جیسی ہے جس نے کتابوں (کے گٹھر) کو لاد لیا ہو، بری ہے مثال ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی کتاب کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست پر نہیں لاتا''

سورۂ جاثیہ میں وارد ہے: ﴿ویل لکل أفاک أثیم یسمع آیات اللہ تتلی علیہ ثم یصر مستکبرا کأن لم یسمعھا فبشرہ بعذاب ألیم﴾ ''بڑی تباہی ہے ہر فریب کار مجرم کے لئے جو اللہ کی آیتوں کو سن رہا ہے وہ اس کے سامنے وضاحت سے بیان کی جارہی ہیں اس کے باوجود کبر ونخوت اختیار کرتے ہوئے (باطل پر) اڑا ہوا ہے گویا کہ اس نے ان (آیات الٰہی) کو سنا ہی نہیں، لہٰذا آپ اس کو دردناک سزا کی خوشخبری دیدیں''۔

سورۂ بقرہ میں فرمان الٰہی یوں ہے: ﴿ختم اللہ علی قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلی أبصارھم غشاوۃ﴾ ''اللہ نے ان کے دلوں پر مہر اور کانوں میں (کاک) لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر (دبیز) پردہ ڈال دیا ہے'' مزید فرمایا: ﴿فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا، ولھم عذاب ألیم بما کانوا یکذبون﴾ ''ان کے دلوں میں (خطرناک) بیماری (پہلے سے موجود) ہے پھر اللہ نے ان کو بیماری کے اعتبار سے دوچند کردیا ہے اور خاص ان کے لئے سخت تکلیف دہ سزا ان کی دروغ بازی کی وجہ سے متعین ہے''۔ قرآن کریم میں اس مفہوم پر مشتمل آیات کثرت سے موجود ہیں۔

یہ آیات خدائی شہادت ہیں جن سے ہم ان مساعی کا بخوبی اندازہ لگاسکتے ہیں جو راہ خداوندی سے روکنے، مذہب اسلام پر بے بنیاد اتہامات عائد کرنے، نیز اس کو مذہب پارینہ قرار دینے میں صرف کی گئیں، ایسا مذہب جس کا عہد داستان ماضی بن چکا اور سائنس وٹکنالوجی اور برق رفتاری کے دور میں جس کی بساط لپیٹ دی گئی جس میں انسان کو تمدنی علوم ومعارف اور تہذیبی نقطہائے نظر کی کسی بھی دوسری چیز سے زیادہ ضرورت ہے۔

اسی مادی نقطۂ نظر کے پیش نظر مغرب نہایت تیز گامی اور سبک روی کے ساتھ تمام اخلاقی اقدار کو خس وخاشاک کی طرح بہالیجانے والی مادہ پرستی کی جانب بڑھا اور اہل مغرب نے اقدار سے عاری زندگی کو اپنالیا اور اسی کے نتیجہ میں ان کے درمیان خونی رشتے ختم اور معاشرتی وخاندانی شیرازے بکھر گئے پھر کیا ہوا، یک بیک انسان اپنی فطرت سے بغاوت کرتے ہوئے اور بڑی بیباکی وجسارت سے اس نے حیوانیت کے تمام طور طریق اور کام اپنالئے اور زندگی کے تمام معاملات میں اس نے انسانیت سے اپنا دامن آزاد کرلینا چاہا۔ یہ وہ سیلاب بلا ہے جو آج بن بیاہی ماؤں، بن باپ اولادوں کی شکل میں تیز بڑوں کے خلاف بغاوت اور ان کے ساتھ نہایت سنگدلانہ روش کی صورت میں ہر طرف نمایاں اور عیاں ہے۔ یہ سارا سلسلہ اس شخصی آزادی کے نام پر مادہ پرست اہل مغرب کے یہاں جاری ہے جو ہر چیز کو صرف اور صرف مادیت اور مفاد پرستی کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اس کے برخلاف مذہب اسلام جو فرد اور معاشرہ کی زندگی میں ہر چھوٹی بڑی چیز کا

نظام مقرر کرتا ہے اور خدا کے بنائے ہوئے فطری نظام کی روشنی میں ہر گوشہ کا ایک مکمل لائحہ عمل پیش کرتا ہے۔

مذہب اسلام کو تمام مذاہب کے مقابلہ میں بنی نوع انسان کے مقام و مرتبہ اور اس کے کردار کو متعین کرنے میں خاص امتیاز حاصل ہے جب کہ دنیا کی تمام تہذیبیں اور عالمی تمدن جس میں سرفہرست یونانی تہذیب و تمدن ہے انسانی معمہ کو حل کرنے اور اس کے مقصد تخلیق کا پتہ لگانے میں ناکام ہوگئیں۔ چنانچہ کبھی اس نے اس کو فلسفہائے بت پرستی میں تلاش کیا اور کبھی ادب و جمال کی فنکاریوں میں اور کبھی خوشیوں کی تقریبات اور مختلف انداز کے جشن منا کر اور کبھی عقل پرستی کا سہارا لیا اور کبھی خوشحالی اور عیش و عشرت کی بے مہار آزادانہ زندگی کو اہمیت دیکر، جس طرح عیسائی مذہب تاریخ عالم میں سب سے مختصر زمانہ تک زندہ رہا اور اس کے بعد گوناگوں تحریفات اور مختلف قسم کے خرد برد کا شکار ہوگیا اور اس کا سرمایہ واثاثہ درمیان راہ ہی میں ختم ہوگیا اس کے اعصاب منزل تک پہونچنے سے پہلے ہی جواب دے گئے اور اس طرح دوسرے مذاہب اور مذہبی نظریات بھی اپنے مقاصد میں ناکام رہے اور زندگی و معاشرہ کے مسائل حل کرنے کے قابل نہیں رہے۔ یہی وجہ ہے جو آج مادی نظریات کی حامل سوسائٹیوں کی چولیں ڈھیلی نظر آرہی ہیں اور وہ عارضی اور ظاہری لذتوں کے پیچھے بے تحاشا بھاگ رہی ہیں جن کو آج کا انسان لباس کی طرح بدل رہا ہے اور ہر دن ایک نئی لذت کا خواہش مند ہے اسے اس غلطی کے سنگین نتائج کی کچھ پرواہ نہیں جو متعدی اور پوشیدہ امراض و آفات کی شکل میں ظاہر ہو رہے ہیں جو ابتدا میں اعصابی گراوٹ اور آخر میں خاندان و سوسائٹی کی تباہی اور سب سے آخری مرحلہ میں سارے تمدنی طور طریقے اور قبائلی رسم و رواج کے فنا ہوجانے کا پیش خیمہ ہیں اور دور دور تک کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس کو اقدار و کردار سے موسوم کیا جاسکے۔

مغرب کو اس اندیشے نے بے چین و بیقرار کردیا ہے کہ انسانی دنیا پر کہیں دین و مذہب کی حکمرانی نہ ہو کہ وہ مشرق و مغرب میں اس کا سایہ دراز ہو اور لوگوں کو عقیدہ توحید کے التزام اور اعلیٰ کردار اور اخلاقی اقدار کو سینے سے لگانے کی دعوت دے اور ایمان و تقویٰ کی ایک مضبوط بنیاد فراہم کرے جس پر ایک اسلامی زندگی کا پرشکوہ محل قائم ہو جو اپنے مکین کے لئے خوشی، قلبی راحت اور اطمینان و سکون کا ضامن ہو جو اپنے اندر ان لوگوں کے لئے کشش رکھتا ہو جو محرومی، خوف اور رنج و فکر کے بحر بیکراں میں سانس لے رہے ہیں جو ان کے اندر ایسی زندگی کی تلاش و جستجو کا جذبہ بیدار کرے جس سے ایک مستقل خود کفیل اصول اور مذہب کی حامل تہذیب کی داغ بیل پڑے اور وہ ہے اسلامی تہذیب جس قدر آدمی اپنے ریسرچ و مطالعہ میں گہرائی پیدا کرے گا اس کے اس عقیدہ میں اضافہ ہوتا جائے گا کہ اسلامی تہذیب انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے اور وہ ایک ابدی تہذیب ہے جو اس کا متاع گم شدہ ہے، لوگوں کے نزدیک اسلامی تہذیب پر اطمینان و اعتماد اور ان کا اس کی بابت مطلوبہ کھویا ہوا خزانہ ہونے کا تصور مغربی رہنماؤں کے لئے پریشانی و ناراضگی کا باعث ہے جو اس بے آمیز پاکیزہ اور صلح و آشتی پر مبنی تصور کو برداشت نہیں کر سکے اور وہ اس تہذیب اسلامی کے حاملین اور اس کے نمائندوں سے انتقام لینے پر کمربستہ ہوگئے انہوں نے غصہ اور انتقام کی آگ کو تہذیبی، علمی، فکری اور عقلی جنگ کی مختلف شکلوں سے بجھایا اور حال میں عسکریت کا تجربہ کیا جس نے ان کو تقلید پرست مسلمانوں کی ایک بھاری تعداد بہم پہونچائی جس نے مغرب میں تعلیم حاصل کی تھی اور مغربی ثقافت کو اپنا لیا تھا ان کے علاوہ دیگر کچھ کمزور عقیدہ لوگ اور روایتی طور پر دین سے تعلق رکھنے والے افراد بھی دستیاب ہوگئے جنہیں سیاسی میدان میں اہل مغرب کے ساتھ تعاون و تائید میں کوئی تأمل نہیں ہوا۔

اس طرح مغرب، عالم اسلام اور مسلم اقلیتی ملکوں میں اندھا دھند ظالمانہ کارروائیوں کو انجام دینے سے متعلق اپنی پالیسیوں کی تائید کے لئے اپنے مسلمان حامیوں کی تائید حاصل کرنے میں کامیاب ہوا جس کے نقصانات کا خمیازہ صرف مسلمان اٹھا رہے ہیں اور جس کی وجہ سے وہ چیرہ دست ظالموں کے ہاتھوں بدترین سخت آزمائشوں سے دوچار ہیں۔ ابھی چند روز قبل ہی امریکی صدر نے یہ صاف صاف کہہ دیا کہ وہ سرزمین عراق سے دہشت گردی کا پورا نپٹارہ کردینے کے بعد ہی نکلیں گے، لیکن دہشت گردی کا مسئلہ ایک ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے جس کا باریکی سے تجزیہ اور اس کے اسباب کا گہرائی سے جائزہ لینا ضروری ہے اسی طرح موجود حقائق کی روشنی میں دہشت گردی کے مفہوم کی پوری وضاحت بھی ضروری ہے اس لئے کہ جس طرح خارجی دنیا میں ''القاعدہ نامی تنظیم'' کا کوئی وجود نہیں اسی طرح اسلامی دہشت گردی کا بھی ظاہر و باطن میں کہیں کوئی حقیقی مفہوم نہیں، جب کہ اس دہشت گردی کا بین الاقوامی محفلوں اور سیاست کی عالمی میٹنگوں میں چرچا ہے لیکن اس کا ایک مسلمان سے بھی کوئی تعلق نہیں، اس کو انجام دینے والے وہ گروہ ہیں جو سرے سے مسلمان ہی نہیں نیز وہ مسلمانوں کے

بھیس میں ظاہری طور پر مسلمان ہیں، یہ بات پائے ثبوت تک پہونچ چکی ہے کہ اسلام اس طرح کی احمقانہ حرکتوں کو تسلیم نہیں کرتا البتہ اس کو جہاد اس صورت میں کہہ سکتے ہیں جب کہ اس کے اندر اس کی شرطیں پائی جائیں اور کسی بھی سرکش دشمن کے خلاف مکمل جنگی حالات پائے جائیں جو مذہب اور اسلامی سلطنت کو چیلنج کر رہا ہو، آج کل خود ساختہ اسلامی ناموں کی طرف انتساب کرتے ہوئے خودکشی کے مرتکب افراد یا تنظیمیں جو کسی خاص جگہ دھماکہ کی کارروائی کی ذمہ داری قبول کرتی نظر آتی ہیں فی الواقعہ اس کی کوئی حقیقت نہیں وہ محض ایک افسانہ یا بے معنی بات ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہ کارروائیاں چند مشکوک و مشتبہ عناصر کی جانب سے اسٹیج کی جاتی ہیں جو نہیں چاہتے کہ دنیا میں امن و سلامتی کی فضا استوار ہو۔

ان دنوں عراق ملکی سطح پر ایک مکمل دستور کی تیاری کے دور سے گذر رہا ہے اس موقعہ پر امریکی نظام حکومت نے اعلان کیا ہے کہ ''عراق کے لئے دستور سازی ملک کی ترقی اور موجودہ بحران سے نجات کی بہت بڑی ضمانت ہے اور موجودہ حالات میں یہ عمل دستور سازی بہت بڑا واقعہ ثابت ہوگا جس سے ملک کے تمام طبقات کو دین پر عمل کی آزادی حاصل ہوگی اور یہ عمل اس ملک کی ایک نئی تاریخ رقم کرے گا اور ایک نیا باب قائم ہوگا اور آنے والی نسلیں اس ملک میں نہایت امن و سکون کے ساتھ زندگی گذاریں گی''۔

یہ امریکی بیان اس ملک کی آئندہ سیاست کے متعلق گہرے مفاہیم کا عکاس ہے، اس سے لگتا ہے کہ اقتدار دو میں سے کسی ایک گروہ، جو جنگ، قبضہ، چیرہ دستی کی شکل میں سب کوئی اثر دخل نہ ہوگا، اور یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ سامراجی سیاست ہمیشہ مبہم، غیر واضح اور طبع زاد تصورات سے لوگوں کو دھوکہ میں رکھتی ہے اور بشمول امریکہ ساری دنیا کی عوام جنگ کے خلاف ہیں اور ملک کے باشندے اپنا سیاسی ڈھانچہ تیار کرنے اور اہل ملک کے مفاد و مصالح کے مطابق آزادانہ دستور سازی کے حق کا مطالبہ کرتے ہیں اور یہی وہ فطری طریقہ ہے جس کو تمام قوموں اور ہر ملک کے باشندوں نے اپنایا ہے اور نہایت امن و سلامتی اور سکون و راحت کے ساتھ زندگی گذار رہی ہے۔

ہم مغربی رہنماؤں کو اس اپیل کے ساتھ آگاہ کرتے ہیں کہ وہ بین الاقوامی سیاست میں حقیقت پسندی کی روش اپنائیں اور نوع انسانی کو ایک باعزت مخلوق تصور کریں جس کو اللہ نے بیک وقت دل و دماغ کی نعمت سے سرفراز کیا ہے، لہٰذا اگر ایک پہلو کا لحاظ کیا جائے اور دوسرے کو نظر انداز کیا جائے تو منفی نتائج سامنے آجائیں گے اور یہ اختلاف ضد اور عناد کا باعث ہوگا اور دنیا میں بگاڑ اور انتشار رونما ہوگا اور وہ اللہ کے اس فرمان کے مصداق ہونگے ﴿واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الأرض، قالوا إنما نحن مصلحون ألا إنھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں خرابی نہ پیدا کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف درستگی پیدا کرتے ہیں غور سے سن لو کہ درحقیقت وہی خرابی پیدا کرنے والے ہیں البتہ ان کو احساس ہی نہیں''۔

اے حکمرانو اور رہنماؤ! وقت آچکا ہے کہ زمین میں بگاڑ کا بیج بو کر تم نے جن منفی و تخریبی نتائج کی فصل کاٹی ہے اس سے عبرت حاصل کرو، جو جنگ، قبضہ، چیرہ دستی کی شکل میں سب پر عیاں ہے، غیر فطری کاروائیوں کا سلسلہ جاری رکھنے اور بغاوت نیز ظلم و زیادتی سے آزادیاں چھیننے، حقوق ہڑپ کرنے پر اصرار، دنیا میں فساد و بگاڑ برپا کرنے یا ماحول سے امن و سکون اور دلوں سے اعتماد و اطمینان کے خاتمہ کے علاوہ کوئی دوسرا نتیجہ نہیں لاسکتا۔

تم سے پہلے بھی بہت سے سرکش و خودسر گذر چکے ہیں جو اپنے آپ کو خدا سمجھتے تھے اور زمین میں فساد مچاتے تھے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے ان کو راہ راست اختیار کرنے کی دعوت دی۔ واضح دلائل و معجزات ان کے سامنے پیش کئے، تو انہوں نے تکبر اختیار کیا اور سرکشی سے کام لیا اور فساد مچایا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو قسم ہا قسم کے عذاب میں مبتلا کردیا، پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

﴿وقارون وفرعون ولقد جاء ھم موسیٰ بالبینات فاستکبروا فی الأرض وما کانوا سابقین فکلا أخذنا بذنبه فمنهم من أرسلنا علیه حاصبا ومنهم من أخذته الصیحة ومنهم من خسفنا به الأرض ومنهم من أغرقنا، وما کان الله لیظلمهم ولکن کانوا أنفسهم یظلمون﴾ (سورہ عنکبوت)

''اور قارون و فرعون و ہامان کو (ان کی) عبرت (انگیز) اور (ان کی) سرکشی (کی وجہ سے) (علیہ السلام) ان کے پاس کھلے معجزات لے کر آئے تو انہوں نے دنیا میں تکبر سے کام لیا حالانکہ وہ بچ نکلنے والے نہیں تھے چنانچہ ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ (جرم) کی پاداش میں پکڑ لیا، تو کسی پر عذاب کی آندھی بھیجی اور کسی کو (دلدوز) چیخ نے دبوچا اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ وہ بھی ہیں جن کو ہم نے دریا برد کردیا، اور اللہ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرتا البتہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے''۔ (بشکریہ چشمۂ خمار ایم ندوی)

ہر ایک سے ٹکرا کر ہر شغل سے گھبرا کر ہر فعل سے شرما کر ہر کام سے پچتا کر
آمد بدرت بنگر

اے خاتم پیغمبر یا قاسم الکوثر اے رہبر ہر رہبر
اے آنکہ توئی افسر ہر کہتر و ہر مہتر اے ہستی تو محور
للاکبر والاصغر اے طلعت تو مظہر اے رحم جہاں پرور
آقائے کرم گستر آگشتہ دامانے

امروز چہ مہمانے ناکارہ و نادانے آلودۂ عصیانے
بازیچۂ شیطانے از کردہ پشیمانے
آمد بدرت بنگر نے مونس ونے یاور

نے ساز نہ سامانے نے علم نے عرفانے نے فضل نہ احسانے
از خانہ ویرانے و ز کلبۂ احزانے نے دین نہ ایمانے ناشکری و کفرانے
آمد بدرت بنگر وزمجلس وزندانے

با چاک گریبانے با سینۂ بریانے کالحائر و للمضطر با اشک فراوانے
با نالہ وافغانے با شورش پنہانے بادیدۂ گریانے با عقل پریشانے
در صورت عطشانے در گریۂ درمانے بادانش حیرانے پروانۂ غفرانے
آمد بدرت بنگر خواہد زتو فرمانے

شاہا تو بہ من منگر برحمت خود بنگر البانس والمعتر غیر از تو مرا دیگر
من ناظر والناصر انصاف تو کن آخر

تو جوشش رحمانی تو سایۂ یزدانی والشافع ومستغفر تو جلوۂ سبحانی
تو مرکز اعیانی تو جوہر فرد انی تو شاہد ربانی تو مقصد امکانی
تو مرجع وپایانی تو جانی وجانانی تو مبداء کوانی تو زبدۂ انسانی
تو نیر فارانی تو روحی وروحانی
تو مہبط قرآنی تو درہ عدنانی

تو خاتم ادیانی ہاں دینی وایمانی
اے آنکہ تو درمانی ہر رنج وپریشانی بنگر کہ مسلمانی تورانی و ایرانی
ہم ہندوئی وافغانی ہم مصری وسوڈانی از نرغۂ شیطانی و ز جذبۂ حیوانی
وزدانش نفسانی د ز شورش عمرانی یونانی و رومانی افرنجی و برطانی
در سکت وہیمانی درلطمۂ نادانی
درورطۂ ظلمانی

ہاں دست دعا بکشا از ذروۂ اوادنیٰ وزرقبۂ ما أوحیٰ اے مرضئ تو ترضیٰ
اے ملت تو بیضاء فاللیل لقد یغشیٰ والکفر قد استعلیٰ ذا امتک الضعفیٰ
فی سیطرۃ الأعداء ہاں سہمک لا یطفیٰ
ورمیتک لا یخفیٰ
واللہ ہو الأعلیٰ والحق فلا یعلیٰ

(حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ)

پھول کچھ میں نے چنے

اللہ کا شکر ہے کہ ہم رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں سانس لے رہے ہیں، حالیؔ نے تو کہا تھا کہ اگرچہ یہ دنیا فانی ہے لیکن جب کوئی بڑا کام کرو تو ہر سانس کو جاودانی سمجھو۔ یہ بات رمضان المبارک کے ایک ایک لمحہ پر صادق آتی ہے۔ کوئی اس مہینہ کو پائے اور ستر ماؤں سے زیادہ شفیق اپنے مالک وخالق کے حضور اپنے گناہوں کی معافی نہ مانگ لے اور اس کے در کا بھکاری بن کر خود کو بخشوانہ لے اس سے بڑھ کر محرومی وحرماں نصیبی کی بات کیا ہوسکتی ہے زندگی کے ہر موڑ پر ہمارے لئے اسوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا ہے اس لحاظ سے ایک مسلمان کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات اس مقدس ومبارک مہینہ میں کیا ہوا کرتے تھے اس پہلو کے پیش نظر ہم نے ''روزہ اور اسوۂ نبوی'' کے عنوان سے ایک مختصر وجامع مضمون شامل اشاعت کیا ہے، آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے اس شمارہ میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی وہ نعت پاک شامل ہے جس کا انداز البیلا بھی ہے اور والہانہ بھی اور اردو، فارسی وعربی الفاظ کی آمیزش نے اسے عطر مجموعہ بنادیا ہے۔ اس شمارہ میں قاری احمد مفتیؔ صاحب کی ایک نظم بھی شامل ہے جنہوں نے رمضان میں ہمارے معاشرہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے یہ پیغام دیا ہے کہ تمام اجزاء جسمانی کا روزہ ہونا چاہئے۔ اسی کے ساتھ حضرت عبرتؔ صدیقی نے ماہ مبارک کے تقدس وعظمت کی ایک حسین وپرشکوہ قلمی تصویر کھینچی ہے اور احساس دلایا ہے کہ یہ ماہ مبیں کیسی رحمتیں لے کے آیا ہے۔ مفتی زید صاحب مظاہری استاذ دارالعلوم نے دعوت افطار کے مشروع طریقے کے عنوان سے معاشرہ کو متوجہ کیا ہے کہ اس سلسلہ میں کن بے اعتدالیوں سے احتراز لازمی ہے۔

یہ ماہ مبارک ہمیں اپنے محسن ومربی جلیل حضرت مولانا علی میاںؒ کے داغ مفارقت کی یاد دلاتا ہے اس مناسبت سے ہم نے ایک معروف اسلامی اسکالر کا ایک غیر مطبوعہ مقالہ شامل اشاعت کیا ہے جو اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اپنے اس مقالہ میں موصوف نے مولانائے مرحوم کی ایک اہم کتاب ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' کا دلنشیں انداز میں جائزہ لیا ہے اس طرح مولانائے مرحوم کے پیغام کو یاد دلایا ہے اور اصل تو دعوت وپیغام ہی ہوا کرتا ہے۔

رئیس التحریر کی میز سے راقم آثم نے اس پہلو کی طرف متوجہ کیا ہے کہ محاسن اسلام کا شعور نہ صرف غیروں کو بھی ہے بلکہ انہوں نے اپنے سماج سدھار کے لئے اسلامی قوانین کو نظیر بنایا ہے قانون طلاق اور وراثت میں عورتوں کو حصہ دئے جانے کا قانون اس کی مثالیں ہیں اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ چند ایک شر پسندوں کے اسلام مخالف پروپیگنڈہ کا نہ تو اثر قبول کریں نہ احساس کمتری کا شکار ہوں بلکہ اپنے قول وفعل اور کردار وعمل سے اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ اور دعوت بن جائیں۔

اصلاح معاشرہ صرف شادی کو ''سادی'' بنادینے ایک مجلس میں تین طلاق سے گریز کرنے کے وعظ کہنے کا نام نہیں ہے بلکہ ﴿اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً﴾ کا نام ہے رمضان المبارک میں جس طرح کی بے اعتدالیاں دیکھنے کو ملتی ہیں ان سے احتراز لازم دکھائی پڑتا ہے لاؤڈ اسپیکر کا بے جا استعمال بھی ہمارے علماء وفقہاء کی توجہ چاہتا ہے نیز چند دنوں میں برق رفتاری کے ساتھ الفاظ قرآن کی صحت کا خیال رکھے بغیر تراویح میں ختم قرآن، شب بیداری اور اللہ کے حضور آہ وزاری کے بجائے رات رات بھر عورتوں بچوں نوجوانوں کے غول کے غول کی بازاروں میں آمد ورفت اور نوجوانوں کا چٹوری گلیوں کو آباد رکھنا عصر سے مغرب تک کا تقریباً سارا وقت افطار کے نظم میں صرف کردینا اور آخری عشرہ میں اف یہ سیاسی افطار پارٹیاں کہ بعض دفعہ جن پر ریلیوں کا شبہ ہونے لگے، آخر ان خرافات اور خرابات کا رمضان میں کیا کام اور ستم بالائے ستم کہ یہ سب رمضان کے نام پر

کیا تو یہ کہ جس مہینہ کے ایک ایک لمحہ کو بچالے جانے کی فکر سوار ہو اور کہاں یہ صورت حال!!

لیکن یہ صرف تصویر کا ایک پہلو ہے دوسرا پہلو الحمدللہ نہایت خوش آئند ہے اور رمضان المبارک کی آمد پر صاف طور سے محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا دینی رجحان نہ صرف باقی ہے بلکہ زندہ ہے اور جن کو توفیق نصیب ہوتی ہے وہ اس کے ایک ایک لمحہ کی قدر کرتے ہیں اس کے علاوہ مساجد کا آباد ہونا اور آباد رہنا اور خانقاہوں میں رونق کے لوٹ آنا یہ بتاتا ہے کہ مسلمان رمضان کی قدردانی کرتا ہے، زیادہ دور نہ جایئے شہر رائے بریلی میں جس کی نسبت حضرت سید احمد شہید کی طرف ہے، وہاں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے زمانہ سے جاری ایک سلسلہ ہے کہ ''سئی ندی'' کے کنارے تکیہ کی مسجد آباد ہوتی ہے اور نہ صرف مقامی لوگوں سے بلکہ دور دراز سے روحانی پیاس بجھانے کے لئے اور رمضان المبارک کی ساعتوں کا خوب خوب حق ادا کرنے کی نیت سے دور دراز سے وہاں لوگ پہونچتے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی سرپرستی ورہنمائی میں یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

تحفہ دکن

اورنگ آباد میں کی گئی ایک تقریر کی تلخیص

کامیابی کا راز شریعت مطہرہ پر عمل کرنے میں ہے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

مرتب : علیم الدین کاشفی صاحب، اورنگ آباد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

حضرات! یہ دیکھ کر میری طبیعت خوش ہوتی ہے کہ الحمدللہ ابھی مسلمانوں میں دین کا تقاضہ اور دین کا شعور ماشاء اللہ موجود ہے اور جب دین کی بات سنانے کے لئے ان کو بلایا جاتا ہے، تو برابر وہ ایک بڑی تعداد میں جمع ہوجاتے ہیں، حقیقت میں یہ بہت بڑی ذمہ داری کا احساس دلایا جارہا ہے کہ مسلمان جو حقیقت میں مسلم سے بنا ہے اور مسلم اسلام سے بنا ہے اسلام کے معنی ہے حوالہ کردینے کے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ (سورہ توبہ آیت ۱۱۱)۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو خرید لیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی زندگیوں کو خرید لیا اب وہ زندگیاں مسلمانوں کی نہیں رہیں، اللہ تعالیٰ نے خرید کر انہیں مستعار چھوڑ دیا ہے کہ اب یہ مال تمہارا نہیں ہے صرف تم اس کو استعمال کرسکتے ہو، اللہ تعالیٰ نے ہمیں استعمال کی اجازت دی ہے کہ اس سے ضرورت پوری کریں لیکن اس بات کو یاد رکھیں کہ یہ اللہ نے ہمیں عاریۃ دیا ہے اصل اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں دے گا اور اللہ تعالیٰ نے جو زندگی عطا فرمائی ہے، دنیا کی دولتیں عطا فرمائی ہیں اور سارا ساز وسامان عطا فرمایا ہے یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں یہ ہماری نہیں ہے اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں۔

ہم عقیدہ اختیار کرلینے سے اپنے کو مسلمان کہتے ہیں لیکن اس کے یہ عبادات بھی ہیں اور معاملات بھی، عبادات پر تو لوگ عمل کرلیتے ہیں لیکن صرف عبادات ہی کافی نہیں ہیں بلکہ معاملات کی جانب توجہ ضروری ہے، معاملات دو طرح کے ہیں ایک تو کاروباری معاملات، مالی معاملات اور دوسرے خاندانی ومعاشرتی معاملات، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمام حقوق کو واضح کردیا ہے اور حدیث شریف میں تو بہت وضاحت آئی ہے اور ان سب پر عمل کرنے کے بعد کا تقاضہ پورا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ توحید کا حکم دے رہا ہے کہ اللہ کو ایک مانو اور اس کی عبادت کرو اور اپنے ماں باپ کا خیال رکھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے بعد ماں باپ کا حصہ ہے۔ ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی ہم بہت کم کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شوہر پر بیوی کے اور بیوی کے شوہر پر حقوق رکھے ہیں، انسان کا ایک مقام ہے اور اس کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانتا ہے، اپنے مالک کو مانتا ہے اور اس کے احسان کو تسلیم کرتا ہے۔

حضرات! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ تھا تمام احکامات پر اس میں عمل تھا تو وہ معاشرہ نمونہ کا معاشرہ تھا، آج پوری دنیا پریشان ہے کسی بھی شخص سے پوچھئے تو وہ اپنی پریشانیاں بتلاتا ہے جس میں وہ مبتلا ہے حالانکہ آج ہر طرف دولت ہے، راحت کے سارے سامان موجود ہیں اور ہر طرح کی ترقی وتمدن لیکن دل کا چین وسکون نہیں ہے اس طرح اللہ کا حکم یہ ہے کہ آمدنی بھی ہماری صحیح ہو اور خرچ بھی ہمارا صحیح ہو، آمدنی صحیح ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ جائز طریقے سے آمدنی ہو خرچ کے معاملہ میں یہ ہونا چاہئے کہ نہ اس میں اسراف کریں اور نہ اس میں بخل اختیار کریں، اس طرح نکاح کی تقریب کے سلسلہ میں ہم بہت زیادہ اسراف اور شان وشوکت سے کام لیتے ہیں یہ اللہ کو ناپسند ہے، ہاں صرف ضرورت پوری ہو اس کا پورا حق ہمیں دیا گیا ہے لیکن محض دکھاوا کرنا اور شوکرنا اس پر جو پیسہ خرچ ہوتا ہے اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ آج ہم اس کا نتیجہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کتنی پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور کتنے خطرات میں مبتلا ہیں حقیقت میں یہ بے برکتی ہے جو نافرمانی کی زندگی کی وجہ سے ہے۔

معزز حاضرین! ہم پر پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم شریعت کے احکام کو معلوم کریں کہ جیسے شوہر اور بیوی کے باہمی حقوق کیا ہوتے ہیں اسی طرح بیع وشراء میں اور کاروبار میں اور آمدنی کے سلسلہ میں بھی ہم معلوم کریں کہ شریعت نے کیا طریقہ بتایا ہے۔ ☆☆☆

استقبال رمضان

یہ ماہ مبیں رحمتیں لے کے آیا

☆ حضرت عبرت صدیقی

ستاروں نے فرش تجلی بچھایا
شب غم کو صبح مسرت بنایا (۱)
زمانہ منور ہوا جگمگایا
خدا کے کرم کا دلوں پر ہے سایا
بڑے خاص انعام واکرام لایا
یہ ماہ مبیں رحمتیں لے کے آیا

لطافت کی افراط جلووں کی کثرت
زمیں پر فلک سے اتر آئی جنت (۲)
یہ پرکیف نظارۂ نور ونکہت
کہ محو تماشا ہے خود چشم فطرت
مہکتے ہوئے صبح وشام اللہ اللہ
یہ تطہیر ماہ تمام اللہ اللہ

یہ منظر یہ عالم عجب کیف زا ہے
کہ آنکھوں میں چھن چھن کے نور آرہا ہے (۳)
نظر مست وبیخود ہے دل جھومتا ہے
لب ہر نفس پر خدا ہی خدا ہے
روش زندگی کی بدلنے لگی ہے
ہر اک سانس تقویٰ میں ڈھلنے لگی ہے

تجلی لطف نبی کھیلتی ہے
ضیاء خدا دوستی کھیلتی ہے (۴)
حقیقت شناس آگہی کھیلتی ہے
فضا میں نئی زندگی کھیلتی ہے
عبادت گذاروں کی دنیا ہے روشن
ہر اک منظر وادی دل ہے ایمن

چلو روزہ دارو بڑھو روزہ دارو
مرادوں سے دامن بھرو روزہ دارو (۵)
متاع کرم لوٹ لو روزہ دارو
خدا کہہ رہا ہے سنو روزہ دارو
بہر سمت شام وسحر ڈھونڈھتی ہے
تمہیں رحمتوں کی نظر ڈھونڈھتی ہے

نزول کلام مبیں کا مہینہ
عقیدت کا، حسن یقیں کا مہینہ (۶)
خدا کا، شہنشاہ دیں کا مہینہ
تمام اہل عرش وزمیں کا مہینہ
بڑی عظمت وشان ہے اس کی عبرت
یہ ماہ مبارک ہے رحمت ہی رحمت

درسِ سیرت

روزہ اور اسوۂ نبوی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

سن ۲ ہجری میں روزے کی فرضیت ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ رمضان کے روزے رکھ کر وفات پائی۔

روزے کے بارے میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ایک طرف جامع ومکمل اور حصول مقصد (اصلاح نفس واظہار عبودیت) کا مفید ترین ومؤثر ترین ذریعہ تھا، تو دوسری طرف سہل وآسان بھی تھا، رمضان مبارک میں آپ مختلف عبادات کی کثرت فرماتے تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے تھے، اور آپ سے قرآن پاک کا دور کرتے تھے، اور جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے تھے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جود وسخا کا فیض اس طرح جاری ہوتا تھا، جیسے انعامات وعطا کی باد تند وتیز ہو، رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی وہ عبادتیں کرتے تھے، جو غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ کبھی کبھی مسلسل روزہ رکھتے، حالانکہ صحابۂ کرامؓ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال (مسلسل روزہ) ممنوع قرار دے رکھا تھا، جب صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اپنے رب کے پاس اس حال میں رات گذارتا ہوں (اور ایک روایت میں ہے کہ دن گذارتا ہوں) کہ وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے''۔ سحری کھانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زور دیتے تھے، اس کی ترغیب دیتے اور مسلمانوں کے لئے اس کو مسنون قرار دیتے تھے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سحری کھاؤ، کیونکہ سحری میں برکت ہے'' اور آپ سے صحیح روایت یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کے کھانے کا ہے'' افطار میں تاخیر کرنے سے منع فرماتے تھے، اور اس کو مفاسد کا ذریعہ اور غالی اہل کتاب کا شعار بتاتے اور فرماتے: لوگ اس وقت تک خیر کے ساتھ رہیں گے جب تک افطار میں (وقت آنے پر) تعجیل سے کام لیں گے، اور فرماتے: ''دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں تعجیل کریں گے، کیونکہ یہود ونصاریٰ تاخیر کرتے ہیں'' اور سحری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا طریقہ تاخیر کا تھا۔

معمول یہ تھا کہ نماز سے پہلے افطار کرتے، چند رطب (تر کھجوریں) اگر موجود ہوتیں، تناول فرماتے، اگر نہ ملتیں تو خشک کھجور تناول فرماتے، ورنہ پانی ہی کے چند گھونٹ پی لیتے، افطار کرتے وقت فرماتے: '' اللھم لک صمت وعلیٰ رزقک افطرت '' ''اے اللہ آپ ہی کے لئے روزہ رکھا اور آپ ہی کے رزق سے افطار کرتے ہیں''۔ اور فرماتے: '' ذھب الظما وابتلت العروق وثبت الأجر إن شاء اللہ تعالیٰ '' ''پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہوگئیں، اور انشاء اللہ اجر ثابت ہوگیا''۔

رمضان مبارک میں آپ نے اسفار بھی فرمائے ہیں، کبھی روزہ رکھا، کبھی نہ رکھا اور صحابہ کرامؓ کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار دیا، اگر جنگ سر پر ہوتی تو روزہ نہ رکھنے کا حکم دیتے تاکہ دشمن سے جنگ کرنے کی قوت رہے، رمضان ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے عظیم اور فیصلہ کن غزوہ غزوۂ بدر اور غزوۂ فتح مکہ کا سفر کیا، نماز تراویح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن پڑھائی، شدہ شدہ بہت سے لوگوں تک خبر پہونچ گئی، اور مجمع کثیر اکٹھا ہوگیا، چوتھی رات میں مجمع اتنا ہوگیا کہ مسجد ناکافی ہوگئی، اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نماز فجر ہی کے لئے نکلے، اور نماز فجر کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''میں تمہارے یہاں (اس تعداد میں) موجود ہونے سے لاعلم نہ تھا، لیکن مجھے اس کا خوف ہوا کہ کہیں یہ (نفل نماز تراویح) تم پر فرض نہ کردی جائے اور پھر وہ تم سے نبھ نہ سکے''، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک بات یہیں تک رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام نے تراویح کا اہتمام کیا، یہاں تک کہ وہ اہل سنت کا شعار بن گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت نفل روزے رکھتے تھے، اور ترک بھی فرماتے تھے، رکھتے تو خیال ہوتا کہ رکھتے ہی رہیں گے اور چھوڑتے تو خیال ہوتا کہ اب نہیں رکھیں گے، لیکن رمضان کے علاوہ کسی مہینہ کے پورے روزے نہیں رکھے، اور شعبان میں جتنے روزے رکھتے تھے اتنے کسی مہینہ میں نہیں رکھتے تھے،

دوشنبہ اور جمعرات کے روزہ کا خاص اہتمام فرماتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر وحضر کسی حالت میں ایام بیض (مہینہ کی ۱۳-۱۴-۱۵ کے روزے) نہیں چھوڑتے تھے، اور اس کی تاکید فرماتے تھے، اور دنوں کے مقابلہ میں عاشوراء کا خاص اہتمام تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ رکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہ دن تو یہود ونصاریٰ کے ہاں مقدس دن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آئندہ سال موقعہ ملا تو انشاء اللہ نویں کا بھی روزہ رکھیں گے''۔

یوم عرفہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ نہیں رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول کئی کئی دن پے درپے روزہ رکھنے، یا صوم دہر کا نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کو صوم داؤد سب سے زیادہ پسند ہے، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے ایک دن چھوڑتے تھے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی عادت شریفہ تھی کہ گھر تشریف لے جاتے اور دریافت فرماتے کہ کچھ کھانے کو ہے؟ اگر جواب نفی میں ملتا تو فرماتے تو اچھا آج میں روزہ سے ہوں۔

وفات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رہا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، ایک مرتبہ وہ رہ گیا تو شوال میں اس کی قضا کی، ہر سال دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، لیکن جس سال وفات ہوئی اس سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ قرآن شریف کا دور کرتے تھے، لیکن سال وفات دو مرتبہ دور کیا۔

* * *

شعر وسخن

تمام اجزائے جسمانی کا ہونا چاہئے روزہ

(قاری) محی الدین احمد مفتوں

بحمداللہ زہے قسمت کہ پھر ماہ صیام آیا
ہزاروں رحمتوں کا ماہ تو لیکر پیام آیا

جدھر دیکھو ادھر انبار ہیں انواع رحمت کے
جدھر جاؤ ادھر انوار ہیں اقسام رحمت کے

مقفل ہوگئی دوزخ مقید ہوگیا شیطاں
سجایا جارہا ہے از سر نو روضۂ رضواں

یہ کس کے واسطے توئین روئے فرش ہوئی ہے
تعالیٰ اللہ یہ رحمت امت احمد پہ ہوتی ہے

جزا روزے کی روز جزا حیراں کردے گی
تصور جس کا ناممکن ہے وہ دولت عطا ہوگی

مگر ترک خورش کا نام روزہ تو نہیں ہوتا
تمام اجزائے جسمانی کا ہونا چاہئے روزا

ہمیں افسوس ہے ایسوں پہ جو روزہ نہیں رکھتے
خدا کی بے بہا نعمت سے دامن پر نہیں کرتے

گلی کوچوں میں بازاروں میں یہ نظارہ دیکھا ہے
کہ اک پردہ کے پیچھے شکم دوزخ گرم ہوتا ہے

خدا توفیق بخشے تاکہ اس کی عظمتیں سمجھیں
مبادا روز محشر اپنی کوتاہی پہ پچھتائیں

یہ امت وہ ہے جس پر انبیاء نے رشک فرمایا
ذرا سوچو کہ کستم خیر امۃ کس نے فرمایا

الٰہی اس شرف کی روز محشر لاج رکھ لینا
ہماری عیب پوشی رحمتوں سے اپنی کرلینا

خدا وندا ہمیں راہ ہدایت اور عظمت دے
بلندی میں کم از کم اوج سدرۃ تک تو پہونچادے

❁❁❁

ضرورت ہے

جامعہ فاطمہ الزہراء للبنات مظفر آباد

سہارنپور - یوپی۔

ادارہ کو ایسی چند تجربہ کار وباصلاحیت معلمات کی ضرورت ہے جو اونچے درجات میں تدریس کی خدمت انجام دے سکیں، تجربہ وقابلیت کی بنیاد پر معقول تنخواہ دی جائے گی۔

درج ذیل پتہ پر بہ عجلت ممکنہ رابطہ قائم کریں:

ناظمہ

جامعہ فاطمہ الزہراء للبنات

مظفر آباد، سہارنپور - یوپی

ٹیلیفون: (0132) 2775452

اصلاح معاشرہ

دعوت افطار کے مشروع طریقے

مفتی محمد زید مظاہری ندوی

حدیث پاک سے روزہ دار کو افطار کرانے کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے، ایمانی تقاضے کے مطابق ہر مؤمن کو اس فضیلت کے حاصل کرنے کی آرزو ہونی چاہیے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اور روزہ داروں کو افطار کرا کر اس فضیلت کو حاصل کرنا چاہیں تو پھر اس کا مشروع طریقہ کیا ہونا چاہیے؟

اس سوال کا جواب بہت آسان ہے وہ یہ کہ شریعت نے اس کا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں فرمایا اور شریعت نے جس کا کوئی طریقہ متعین نہ فرمایا ہو بلکہ مطلق اجازت دی ہو اس میں کسی خاص طریقہ کو متعین نہیں کیا جاسکتا، بس اتنی شرط ضروری ہے کہ ایسا کوئی طریقہ نہ ہونا چاہیے جس سے کوئی شرع محذور لازم آئے یعنی کسی فرض یا واجب وسنت کا ترک لازم آئے یا کسی اور مکروہ اور حرام کا ارتکاب لازم آئے اور کسی جہت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم شرعی کی خلاف ورزی لازم آئے۔

ذیل میں ہم آج کے حالات کے اعتبار سے چند مناسب اور قابل عمل آسان جائز طریقے افطار کرانے کے تحریر کرتے ہیں جن کو اختیار کرکے اس بڑی فضیلت کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱- ہمارے زمانہ میں عموماً لوگ مساجد میں افطار کیا کرتے ہیں اور مصلحت بھی اسی میں ہے کیونکہ مسجد میں افطار کرنے میں پوری نماز جماعت سے مل جاتی ہے ورنہ گھروں پر افطار کرنے میں کبھی جماعت اور کبھی رکعت فوت ہوجاتی ہے ورنہ یہ تو اکثر ہوتا ہی ہے کہ پچھلی صف میں جگہ ملتی ہے، صف اول (جس کی بابت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر صف اول کا تم کو ثواب معلوم ہوجائے تو اس میں کھڑے ہونے اور سبقت لے جانے میں جھگڑا ہو اور قرعہ اندازی تک کی نوبت آجائے) گھر میں افطار کرنے والوں کو اکثر پچھلی صفوں ہی میں دیکھا جاتا ہے نیز جماعت میں شرکت کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ مسجد میں سکون اور وقار کے ساتھ آؤ، جماعت میں شرکت کے لئے دوڑتے، ہانپتے ہوئے آنے سے آپ نے منع فرمایا ہے، اس صورت میں نماز کا قلبی سکون اور خشوع بھی تو غارت ہوجاتا ہے، اس لئے شریعت نے اگرچہ مساجد ہی میں افطار کرنے کا مکلف نہیں بنایا لیکن ہمارے حالات کے لحاظ سے آج کے دور میں مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمومی طور پر مسجد میں افطار کرلیا کریں۔ اور جہاں ان سب عوارض کا کوئی دخل نہیں وہاں اپنے مکان اور جائے قیام پر افطار کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم

بہر حال عمومی طور پر چونکہ آج کل مساجد ہی میں افطار کا معمول ہے اور یہی مناسب بھی ہے اس لئے اگر کوئی صاحب افطار کرانے کی فضیلت اور اس کا ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بہتر شکل یہ ہے کہ عمومی طور پر دعوت کردی جائے اور جن خاص لوگوں کو مدعو کرنا مقصود ہو ان کو بھی مسجد میں افطار کرنے کی دعوت دی جائے اس صورت کے اختیار کرنے میں کئی فائدے ہیں، اس میں غرباء وامراء سب کی شرکت ہوگی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بھی یہی ہے، ''دعوت میں غرباء کو نظر انداز نہ کرو''۔ نیز اس میں صلحاء اور اتقیاء بھی ہوں گے اور دعوت میں شریک ہونے والے لوگوں میں جو نماز نہیں پڑھتے ان کو بھی نماز باجماعت پڑھنے کی توفیق ہوجائے گی، یہ بہتر ہے اس سے کہ ہم ایسی دعوت کریں کہ جو باجماعت نماز پڑھنے کے عادی تھے ان کی جماعت بھی ہم خطرے میں ڈالدیں، لیکن مسجد میں دعوت کرنے میں بھی چند امور کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

☆ دعوت افطار میں چھوٹے بچوں کی کثرت ہوجاتی ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح حکم ہے ''جنبوا مساجدکم صبیانکم'' 'بچوں کو مسجد میں لانے سے پرہیز کرو' اس لئے بہت چھوٹے بچے (جن کی عمر علماء نے سات سال کم کی بتلائی ہے) اگر مسجد میں آجائیں تو ان کو تھوڑی بہت افطاری دے کر ان کا جی خوش کرکے گھر واپس کردیا جائے، خواہ وہ بچے دعوت کرنے والے صاحب ہی کے خاندان اور ان کے گھر ہی کے کیوں نہ ہوں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عام حالات میں چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع کیا ہے تو ایسی حالت یعنی دعوت کے موقع پر جس میں بچوں کے شور وشغب، چیخ وپکار کا زیادہ احتمال ہوتا ہے اس موقع پر بچوں کو لانا بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگا، اس لئے دعوت افطار میں چھوٹے بچوں کو لانے اور ان کی شرکت سے احتیاط کی جائے۔

☆ دوسری بات یہ کہ افطار

میں ایسی کوئی چیز نہ لائی جائے جس کا مسجد میں کھانا یا لانا جائز نہیں ہوتا مثلاً کچی پیاز، کچا لہسن یا اسکی چٹنی اگر مسجد میں لائی جائے تو یہ ناجائز ہے، بہت سی جگہ دیکھا جاتا ہے کہ افطار میں چٹنی وغیرہ کے ساتھ کچی پیاز بھی رہتی ہے، بعض لوگ چٹنی میں لہسن ڈال دیتے ہیں، حالانکہ ان کا مسجد میں لانا تو دور کی بات ہے اس کو کھا کر مسجد آنا بھی جائز نہیں جب تک کہ منہ کی بدبو ختم نہ ہوجائے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو کچی پیاز، لہسن کھائے خبردار ہماری مسجد میں قدم نہ رکھے۔ اس لئے سامان افطار میں اس کی احتیاط بھی ضروری ہے۔

۲- دوسرا طریقہ جس کے ذریعہ دعوت افطار کی فضیلت حاصل ہوتی ہے یہ ہے کہ اجتماعی دعوت نہ کرکے سامان افطار مہیا کرکے روزہ داروں کے گھروں پر پہنچادیا جائے خواہ وہ اپنے گھر افطار کریں یا مسجد میں اس صورت میں شہرت وریا اور دیگر مفاسد کا بھی خطرہ نہ ہوگا اور افطار کرانے کا پورا ثواب حاصل ہوجائے گا۔

اس نوع کی دعوت سنت سے ثابت بھی ہے بکثرت صحابہ، صحابیات نے حضور پاک کی دعوت اس طرح بھی کی ہے کہ آپ کو زحمت نہ دے کر کھانا گھر پہنچادیا۔ واقعہ یہ ہے کہ دعوت کرنے کا یہ طریقہ آج بالکل مفقود ہوگیا ہے اور اس طرح کرنے کو گویا لوگ دعوت ہی نہیں سمجھتے اگرچہ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عام طور پر طبیعتوں میں شہرت وریا پائی جاتی ہے اور اس طرح دعوت کرنے میں نام ونمود اور شہرت وچرچا کچھ نہیں ہوتا اس لئے ایسا نہیں کرتے لیکن اگر واقعتاً ثواب اور اللہ ہی کی رضا مقصود ہے تو نیکوں اور غریبوں اور روزہ داروں کے گھروں میں افطاری پہنچا کر پورے طور پر ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے، اس صورت میں اگر کسی کی جماعت ورکعت بھی فوت ہوگی تو ہمارے سر پر اس کا وبال نہ ہوگا اور چونکہ اس صورت میں شہرت نہیں بلکہ اخفا ہوگا اس لئے اخلاص بھی ہوگا اس لئے ثواب کی زیادہ امید ہوگی۔

۳- تیسرا طریقہ روزہ دار کو افطار کرا کر ثواب حاصل کرنے کا یہ ہے کہ عمومی دعوت نہ کرکے ایک دو یا چند صلحاء وغرباء کو خفیہ طور پر معتد بہ مقدار میں سامان افطار مثلاً کھجور وغیرہ دیدئے جائیں جس کو وہ کئی روز تک یا مہینہ بھر تک افطار میں استعمال کریں گے، اس صورت میں دعوت کا نام ونشان بھی نہ ہوگا، ریا وشہرت کا شائبہ بھی نہ ہوگا، اخفاء کامل ہوگا، ثواب اور اللہ کی رضا ہی پیش نظر ہوگی اس لئے عنداللہ اس کا بڑا اجر وثواب ہوگا۔

۴- بہت سے لوگ اپنے گھروں دکانوں وغیرہ میں بھی افطار کی دعوت کرتے ہیں اس پر تفصیلی کلام گذر چکا، اگر اخلاص کے ساتھ حدود شرع میں رہتے ہوئے دعوت کی جائے اور مفاسد ومنکرات سے پوری حفاظت ہو، یعنی جماعت فوت ہونے کا بھی خطرہ نہ ہو تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، یہ بھی جائز ہے، اور ان شاء اللہ اس سے بھی ثواب حاصل ہوگا۔

۵- بہت سے علاقوں میں عورتوں کی افطار کی دعوت کا سلسلہ رائج ہے، عورتیں اہتمام سے دوسرے گھروں میں افطار کرنے جاتی ہیں حدود جواز میں رہتے ہوئے اگرچہ اس کی گنجائش ہوسکتی ہے لیکن شرعاً یہ پسندیدہ نہیں کیونکہ عموماً عورتوں کی ایسی دعوتوں میں ہوتا یہ ہے کہ جہاں چند عورتیں جمع ہوئیں ادھر ادھر کی باتیں، غیبتیں، چغلی شروع ہوئی، افطار کرنے والی عورتیں بکثرت نماز نہیں پڑھتیں اور پڑھیں بھی ہیں تو گھر میں افطار کا اہتمام ہوتا ہے نماز پڑھنے کے لئے کوئی انتظام نہیں ہوتا، بعض جگہ عورتوں نے دعوت سے فارغ ہوکر اپنے گھر واپس آکر ہی تنگ وقت میں مغرب کی نماز ادا کی۔ بہت سی عورتیں روزہ رکھنے کی حالت میں نہیں ہوتیں لیکن ایسی دعوت میں شریک ہوتی ہیں، کسی کو کسی کا کیا حال معلوم ہو، اگر روزہ افطار کرانے کا ثواب ہی حاصل کرنا مقصود ہے تو بہتر یہی ہے کہ مذکورہ بالا دوسری اور تیسری صورت کو اختیار کرلیا جائے، یعنی سامان افطار گھر پہنچادیا جائے۔ واللہ اعلم

ہاں! اگر دینی پروگرام مثل اجتماع وغیرہ کا اہتمام کرلیا جائے، وعظ ونصیحت سنانے کا نظام بنالیا جائے اور وقت پر افطار بھی ہوجائے تو یہ تخمینی افطار ہوگا، اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن صرف دعوت کے لئے عورتوں کا عمومی اجتماع مختلف مفاسد کی بنا پر شرعاً پسندیدہ نہیں اس سے احتیاط ضروری ہے، آئندہ مزید خطرات اور مفاسد ہوسکتے ہیں، بعض جگہ افطار کی دعوتوں میں سڑکوں پر مرد وعورت دعوت افطار کے نام سے بے حیائی کرتے ہیں، اللہ امت کے حال پر رحم فرمائے! ☆☆☆

دعائے مغفرت

ڈاکر کینٹین (نمدہ کمپس) کے سرگرم رکن انکل (UNCLE) کے ایک عزیز جو کلکتہ میں Meat Shop کے مالک تھے، کلکتہ میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللہ مرحوم کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ رمضان میں جملہ مرحومین ومرحومات کے لئے خصوصی طور پر دعا کرتے رہیں۔

رمضان میں داعیٔ اجل کو لبیک کہنے والے حضرت مولانا علی میاں پر

ایک غیر مطبوعہ مقالہ

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جناب محمد الغزالی (الدراسات الاسلامیہ)

ماضی قریب میں ہمارے دور کے ایک عظیم مفکر اسلام ومفسر قرآن، صاحب طرز ادیب اور عہد ساز اور انشاء پرداز مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۴ء میں اپنی کتاب ''معاصرین'' میں علی میاںؒ کے بارے میں لکھا تھا:

''مرحوم نہیں ماشاء اللہ زندہ سلامت ہیں، اور خدا کرے خدمت دین وملت کے لئے مدتوں اس خاکدان کو سرسبز رکھیں، سن میں مجھ سے کہیں چھوٹے ہیں لیکن علم وفضل میں، سنجیدگی فکر میں، اخلاص میں، تقویٰ میں، عبادت میں، ریاضت میں، خشیت وطاعت میں، میرے بڑوں میں شامل ہونے کے قابل۔ رائے بریلی کے سید زادے خاندان کے اور لوگوں سے بھی میں واقف ہوں، باپ اور بھائی کا کیا کہنا، دونوں نور علی نور، پاک صاف، طاہر ومطہر، مٹی (جو تیمم کے قابل ہو) اس سے بنے ہوئے، دوسرے اعزہ بھی اپنی جگہ قابل قدر قابل فخر۔ یہ اس تاروں کے جھرمٹ کے درمیان آفتاب!''۔

ایک عالم ربانی صوفی صافی اور ایک ایسے ادیب نقاد اور مفکر ونقاد کی گواہی آپ نے سن لی جو آسانی سے کسی سے متاثر ہونے والے آدمی نہ تھے۔ پھر یہ گواہی دینے والے بزرگ بھی اس وقت بقید حیات تھے، اور مولانا علی میاں بھی جیتے جاگتے تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ اپنے معاصرین میں اس قدر اعلیٰ پائے کے بزرگوں میں کوئی اتنا مقبول ہو جائے اور پھر بلا کی تنقیدی نظر رکھنے والے اساتذہ کی نظروں میں وہ جچے اور وہ سب کے سب بلا تأمل اس کو علم وفضل کی رفعتوں اور اخلاق وکردار کی بلندیوں کی سند دے دیں۔ مولانا علی میاںؒ ایسے ہی خوش بخت اور سعید انسان تھے جو اپنے زمانہ کے دین دار اہل علم کے ہر طبقہ افراد کے درمیان درخشاں ستارہ بن کر ابھرے اور مختلف رجحانات کے حامل مکاتب فکر وخیال کے لوگوں میں یکساں طور پر مقبول ہوئے وہ صرف لکھنؤ، ندوۃ العلماء اور دار المصنفین ہی کے حلقوں کی آنکھوں کا تارا نہیں بنے کہ ان ہی میں ان کی نشو ونما ہوئی تھی اور اسی مذاق کے لوگوں کے ہاتھوں ان کی تربیت ہوئی تھی بلکہ اپنے وقت میں ہندوستان کے تمام قابل ذکر علمی اداروں، فکری مدارس اور روحانی مسلک کے لوگوں نے ان کو آنکھوں پر بٹھایا اور ان کو احترام واستناد کے اعلیٰ ترین مناصب پر فائز کیا۔ جہاں وہ خالص علمی وتحقیقی اداروں کی جان بنے رہے وہاں وہ اپنے زمانہ کی تمام قابل ذکر دینی، روحانی اور اصلاحی تنظیموں اور تحریکوں کے بھی روح رواں بنے۔ ایسا عزوشرف، اتنی تکریم وتوقیر، دنیا بھر کے اچھے انسانوں میں اس قدر مقبولیت کیا بلکہ محبوبیت کم ہی کسی کے حصہ میں آتی ہے۔

پھر ایسی عظیم الشان، مقبول عام اور محبوب خلائق شخصیت کے بارے میں مجھ جیسے کم علم اور بے بضاعت آدمی کا کچھ کہنا محاورتاً نہیں بلکہ واقعتاً سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے لیکن ایک تو اللہ کے اس مخلص ومتقی، مطیع اور فرمانبردار بندہ کے تذکرہ میں شمولیت حاصل کرنا بجائے خود باعث سعادت ہے دوسرے شاید یہ تذکرہ تحدیث نعمت ربی کے زمرہ میں آتا ہے کہ اللہ کا فضل ہی تو ہوتا ہے ایسے بندوں کا دنیا میں آنا اور رہنا، تیسرے سنت الٰہی یہ ہے اور اللہ کا وعدہ بھی ہے کہ جتنا اس کی نعمتوں کا شکر کروگے اتنا ہی وہ اس میں اضافہ کرتا چلا جائے گا تو کیا یہ کوئی معمولی نعمت ہے کہ مجھ جیسا گنہ گار عاجز وقاصر بندہ ایسے جلیل القدر عالم اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے وفادار جانثار کے ساتھ معاصرت کا شرف لے کر اسی کرۂ زمین پر ایک ساتھ جیا۔ اگر حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاصرت انسانیت کا اعلیٰ ترین اعزاز ہے تو آپ کی مسند ارشاد واصلاح کے جانشینوں، آپ کے علوم کے حاملین، آپ کے پیغام کی روشنی دنیا میں پھیلانے والے اللہ کے سچے مخلص اور متقی بندوں کی معاصرت میں رہنا اور ان کو ایک نظر دیکھ لینا بھی مجھ جیسے عامیوں عاصیوں کے لئے کوئی کم اعزاز نہیں۔ یہ بات تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی صراحت سے بتا گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علم کو علماء کے واسطے سے عطا فرماتا ہے اور انہی کو اپنے پاس بلا کر یہ دولت واپس لے لیتا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ دولت جو مولانا علی میاںؒ کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ۱۹۱۲ء سے ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء تک اس امت مسلمہ کو عطا کر رکھی تھی اس نعمت کا نعم البدل وہ ہم بے کس محروموں کو عطا فرمائے۔ ایسے حروف زریں لوح جہاں پہ بار بار رقم کئے جائیں اور مولانا علی میاں جیسے بہت سے انسان ہمارے درمیان اور پیدا ہو جائیں کہ یہ امت اس وقت اصحاب صلاح وتقویٰ اور اہل فکر ونظر کے لئے بہت پیاسی ہے اور عالم اسلام آج کل قحط الرجال کے جس شدید ترین

بحران سے گذر رہا ہے شاید ہی پہلے کبھی گذرا ہو۔

مولانا علی میاںؒ جن کی شعوری زندگی کا ایک ایک لمحہ فکری تخلیقات، علمی تحقیقات، ادبی شاہکاروں اور عملی کامیابیوں سے لبریز ہے اور ان ۸۸ سالوں میں سے جو انہوں نے اس خاکدان پر گذارے کم از کم ۷۰ برس تو ایسے ہیں جن کو بلا مبالغہ علم وعمل، تصنیف وتحقیق، تعلیم وتربیت، اصلاح وارشاد کا ایک طویل موسم بہار قرار دیا جاسکتا ہے، یہ روشنی کا ایک مسلسل سفر تھا جو پوری آب وتاب سے ستر دہایوں تک جاری رہا۔ جیسا کہ آپ حضرات جانتے ہیں انہوں نے دار العلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی اور پھر اسی مادر علمی میں تدریسی ذمہ داریاں تادم واپسیں ادا کرتے رہے۔ آپ نے عالم اسلام کی اس منفرد تربیت گاہ کے انتظام وانصرام کو بھی نصف صدی سے زائد عرصہ تک بخیر وخوبی سنبھالے رکھا اور اس ادارہ کو اپنے حسن انتظام سے چار چاند لگادئے، ساری عمر آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی، روحانی، اخلاقی، علمی اور فکری رہنمائی کی، دنیائے اسلام کے نت نئے مسائل سے عہدہ برآ ہوئے، اس کے تمام قابل ذکر علمی وفکری اداروں کو مسلسل علمی سرمایہ اور فکری غذا مہیا کرتے رہے، امت مسلمہ کو درپیش مصائب وآلام کو کم کرنے کی خاطر، مسلسل کوشش اور سعی پیہم کرتے رہے، حرمین شریفین کی حفاظت کی طرف دنیائے اسلام کے اہل اقتدار کو متوجہ کرتے رہے، قبلہ اول کی آزادی کے لئے ہمیشہ مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑتے رہے، اس کے علاوہ آپ مغربی دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے مسائل حل کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہے، ان کی ہر اہم مسئلہ پر مسلسل رہنمائی کرتے رہے، آپ کا ایک عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے علمی اسلامی ادب کی تنظیم قائم کرکے خالص اسلامی ادبیات کو فروغ دینے کے نصب العین کی دل وجان سے آبیاری کی اور اس مقصد کے لئے دنیائے اسلام میں مسلم ادباء کا ایک وسیع حلقہ قائم کیا اور اس کی کوششوں اور کاوشوں کو مربوط کیا۔ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے عائلی قوانین مرتب کرکے نافذ کرانے میں آپ نے اپنا پورا زور صرف کیا اور کامیاب ہوئے، دنیا کے گوشہ گوشہ میں دعوت وارشاد کا کام پھیلاتے رہے اور اسے منظم کرتے رہے اور مغربی دنیا کی وقیع جامعہ آکسفورڈ میں اسلامی تہذیب کے مطالعہ کا مرکز قائم کرکے اور اس کو کامیاب، فعال اور نتیجہ خیز بنانے کی دھن میں تو زندگی کے آخری سانس تک لگے رہے، الغرض علی میاںؒ کی خدمات اس قدر زیادہ، اتنی عظیم الشان، منفرد اور ممتاز ہیں کہ یہ تنگ صفحات ختم ہو جائیں گے، زبانیں خشک ہو جائیں گی مگر شاید یہ تذکرہ تمام نہ ہو سکے گا اور واقعہ یہ ہے کہ اس نعمت خداوندی کی توصیف کا حق مجھ عاجز سے تو ادا نہیں ہو سکتا جس کا نام علی میاں تھا۔ ایک طرف ان کی شخصیت اتنی ہمہ گیر، پہلودار، اور منفرد اور اس کی وسعتیں مجھے نظر آرہی ہیں، دوسری جانب میری کم فہمی کی حدود، کم علمی کی قیود اور میری قاصر زبان کی تنگنائیاں میرے آڑے آرہی ہیں۔ لیکن میں یہاں جو آج کھڑا ہوں تو محض تعمیل ارشاد کی خاطر کھڑا ہوں کہ ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے: الأمر فوق الأدب۔

مولانا علی میاںؒ کے علمی وعملی رخ روشن کی چمک اور فکر وفرہنگ کے اس گوہر غلطاں کی دمک نے تو ان کے ایسے ایسے معاصروں کو خیرہ کر رکھا تھا جن میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ ایک بے مثل ہستی تھی اور علی میاںؒ کے ان حامیوں اور قدر شناسوں میں ہر ایک فرد اپنی اپنی جگہ ایک ممتاز ومنفرد مقام کا حامل تھا۔ ان معاصرین میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا مودودی، مولانا عبد الماجد دریابادی، مولانا محمد زکریا، سید قطب شہید، مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی، مولانا ظفر احمد جیسی نابغۂ روزگار شخصیات شامل تھیں۔ ان کے چاہنے والے صرف اس برصغیر میں بسنے والے مسلمان ہی نہیں تھے بلکہ عالم اسلام کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں میں اور دنیا کی ۵۵ اسلامی ریاستوں میں شاید ہی کوئی حصہ یا خطہ ایسا ہو جہاں اس یکتائے روزگار ادیب اور خطیب کی پر مغز تحریروں اور جاندار تقریروں کے اثرات بالواسطہ یا بلا واسطہ نہ پہونچے ہوں، علی میاں کی بھرپور اور عہد ساز زندگی کے ان وسیع وعریض اثرات کے پھیلاؤ کو دیکھتے ہوئے اور ان کے علمی سرمایہ کے تنوع اور فکری تخلیقات کے تعمق کو ذہن میں رکھتے ہوئے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں اور کیا نہ کہوں۔

مولانا علی میاںؒ نے عربی اور اردو زبان میں قابل فخر تصنیفات وتحقیقات کا ایک قیمتی سرمایہ چھوڑا ہے۔ ان کو عربی انشاء کا امام مانا گیا۔ ان کے عربی طرز تحریر کو اس معاصر دنیا کے علمی اور ادبی حلقوں میں جتنی پذیرائی ملی، شاید ہی کسی دوسرے قلمکار کے نصیب میں آئی ہو۔ یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ ہمارے عرب بھائی کم ہی کسی غیر عرب کا لوہا مانتے ہیں لیکن علی میاں کی عربی تحریر وتقریر کا یہ عالم تھا کہ ان کے سامنے بڑے بڑے عربی دانی کے دعوے داروں کا پندار ختم اور پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ ان کو مانتے ہی بن پڑتی تھی ظاہر ہے کہ آپ کا مقام عربی انشاء اور خطابت میں اتنا اونچا تھا کہ اگر کوئی جھٹلانے کی جسارت کرتا بھی تو اپنی جہالت کا ناقابل تردید ثبوت آپ ہی مہیا کر دیتا۔

بہر حال مولانا علی میاںؒ کا مقام اتنا بلند وبالا ہے کہ ان کو ہم جیسے مبتدیوں کی سند کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس موقع پر ان کی تمام معرکۃ

الآراء، تصانیف کا جائزہ یا ان کے مجموعی افکار کا خلاصہ بیان کرنا تو ممکن نہیں البتہ ان کی ایک تصنیف جس کو اہل علم نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور جس کی بازگشت دنیائے اسلام کے مشرق ومغرب میں دور دور تک سنی گئی، اس کے بارے میں کچھ طالب علمانہ اور مختصر گذارشات پر اکتفا کروں گا۔ یہاں آج ایسے اہل علم وفضل جمع ہیں جن میں سے ہر ایک مجھ سے کہیں زیادہ مولانا علی میاںؒ کے افکار اور کارناموں سے واقف ہے اور ان کی پہلودار شخصیت پر مجھ سے بہتر روشنی ڈال سکتا ہے۔ میں جس کتاب کے بارے میں مختصر سی گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ مولانا کی مشہور عربی تصنیف "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" ہے۔ مولانا کی بعض دیگر تصانیف کی طرح یہ کتاب بھی اردو میں "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کی دیگر خوبیوں کے علاوہ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس زمانہ کے عظیم مجاہد اور مفکر اسلام سید قطب شہیدؒ نے اس کتاب کا مقدمہ لکھا ہے۔ اپنے اس مقدمہ میں سید قطبؒ فرماتے ہیں:

"اس کتاب کا سب سے اہم پیغام یہ ہے کہ اسلام پر ایمان انسان کو ایسی بلندیوں تک لے جاتا ہے جن کی کوئی حد نہیں۔ عقیدہ توحید کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ یہ انسان کو تکبر کے شرور اور خود پسندی کے غرور سے محفوظ کر کے اس کو اپنے اصل مقصد وجود اور خودی کا احساس دلاتا ہے، اس کو خود اعتمادی اور امید کی نوید سناتا ہے اور آسودگی اور اطمینان کی ایسی کیفیت اس کے اندر پیدا کر دیتا ہے جو تعطل اور بے عملی کے کوسوں دور ہوتی ہے۔ اس ایمان کی بدولت انسان کے اندر یہ اعلیٰ شعور پیدا ہوتا ہے کہ اس کے کاندھوں پر ساری انسانیت کی ذمہ داری رکھی گئی ہے۔ یہ مشرق سے لے کر مغرب، شمال سے جنوب تک بسنے والے انسانوں کو راہ ہدایت دکھانے کی عظیم ذمہ داری ہے۔ توحید کی امانت اس کے سینے میں اتار کے اس سے دنیا کی امامت کا کام لیا جاتا ہے اس بھٹکتی ہوئی انسانیت کو گمراہیوں کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنیوں تک پہونچانے کا عظیم الشان اور تاریخ ساز فریضہ اس کے سپرد ہوا ہے۔"

سید قطب مزید فرماتے ہیں کہ "اس کتاب کے مصنف نے محض گروہی جذبات کو ابھارنے یا مذہبی تعصب بیدار کرنے کا کام اس کتاب سے نہیں لیا بلکہ تاریخ انسانی کے معروضی حقائق کا گہرا ادراک حاصل کر کے بیک وقت اپنے قاری کے فکر ونظر، عقل واحساس، ضمیر اور وجدان کو جھنجھوڑا ہے۔ تاریخ کے ثابت شدہ عوامل اور نتائج کا عادلانہ جائزہ لے کر ان کو حق، حقیقت اور عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھا ہے اور زندہ اور روشن انسانی ضمیر سے خطاب کیا ہے"۔ سید قطبؒ کی نظر میں اس کتاب کا سب سے نمایاں وصف یہی ہے۔

اپنی گفتگو کا اختتام سید قطبؒ اس بات پر کرتے ہیں کہ اس کتاب میں اسلام کی روح کو اپنی پوری جامعیت کے ساتھ سمجھا اور سمجھایا گیا ہے اور اس بنا پر یہ تصنیف صرف مذہبی اور اجتماعی تحقیق ہی کا بہترین نمونہ نہیں بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے تاریخ انسانی کے مطالعہ کا بھی بہترین منہج ہے۔ یہی وہ منہج ہے جو سید قطبؒ کی نظر میں آج کے دور میں اختیار کیا جانا چاہیے اور اس کو اہل مغرب کے یک رخے ادھورے اور سطحی نظریہ تاریخ کی جگہ لینی چاہئے۔ اس لئے کہ اہل مغرب کی نگاہ ان کے فلسفہ مادیت، ان کی اپنی مخصوص عصبیتوں اور تنگ نظریوں کی اسیر ہے یہی وجہ ہے کہ مغربی مؤرخین نے انسانیت کی تاریخ کا مکمل اور متوازن ادراک کرنے میں ٹھوکریں کھائیں اور زندگی کی بعض بنیادی اقدار کو نظر انداز کرنے کی بنا پر بہت سی غلط فہمیوں اور گمراہیوں کا شکار ہوتے گئے۔ اگر انسانیت کو ان غلط فہمیوں، تنگ نظریوں، تعصبات اور گمراہیوں سے نکالنا ہے تو پھر اس کتاب ہی میں اختیار کردہ مکمل اور جامع نظریہ تاریخ اور منہج مطالعہ تاریخ کو قبول کرنا ہوگا۔

حضرات! جیسا کہ آپ نے سید قطبؒ کے تبصرہ سے اندازہ کیا ہوگا اس کتاب کا علمی تناظر اور دائرۂ بحث اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ اس مختصر گفتگو میں اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ممکن نہیں۔ تاہم اس تصنیف کے چند اہم اوصاف کی جانب اشارہ کر کے میں اپنی گذارشات کو ختم کروں گا۔

سب سے پہلے تو اس کتاب میں اسلام سے قبل کی دنیا کی تصویر ہمارے سامنے لائی گئی ہے۔ اس عہد کی کوئی قابل ذکر تہذیب مذہب یا معاشرہ ایسا نہیں جس کی خصوصیات کا اجمالی مگر جامع تذکرہ اس کتاب میں نہ کیا گیا ہو، ان تہذیبوں میں روم، ایران، ہندوستان اور چین کی تہذیبیں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ جتنے اہم مذاہب اس وقت دنیا میں قابل ذکر حیثیت رکھتے تھے ان کے بارے میں ایک ماہر مؤرخانہ نظر سے مصنف نے کلام کیا ہے ان میں بدھ مت، ہندومت، مجوسیت، یہودیت، عیسائیت اور بت پرستی کی مختلف رائج الوقت شکلیں شامل ہیں۔

اس جامع جائزہ کے بعد مصنف عربوں کی قبل اسلام کی تاریخ اور تہذیب کی طرف آتے ہیں اور عربی ذہن اور اس کی نفسیات

پر فاضلانہ گفتگو کی ہے ان کے درمیان جو عقائد اور مذہبی اصول رائج تھے ان کا جائزہ لیا ہے یوں جاہلیت کے عربی معاشرہ، اس کی مخصوص قبائلی ساخت، اس کی اخلاقی، سماجی اور نفسیاتی صورت حال کی مکمل تصویر سامنے رکھ دی ہے۔

اس بھرپور تجزیہ سے اسلام سے پہلے کی دنیا کا مکمل تہذیبی نقشہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ اس پس منظر میں مصنف نے ان انقلابی تبدیلیوں اور ہمہ گیر اصلاحات کی اہمیت کو واضح کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ معاشرہ اور آپ کے لائے ہوئے دین کی تعمیر کردہ تہذیب کے ذریعہ تاریخ انسانی میں وقوع پذیر ہوئیں۔

اس کے بعد تاریخ اسلام کے سب سے قابل فخر اور زریں دور یعنی عہد خلافت راشدہ کا تذکرہ آتا ہے جس میں اسلام کی تہذیب اور ثقافت اخلاقی وروحانی، علمی وفکری، سیاسی اور اجتماعی حیثیتوں سے اوج کمال کو پہونچ گئی تھی۔

مولانا علی میاںؒ نے اپنی اس معرکۃ الآراء تصنیف کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ان ابواب میں انہوں نے اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد کی دنیا کا جو تہذیبی نقشہ پیش کیا ہے اس میں انہوں نے ان تمام اسباب وعوامل کا بڑی گہرائی سے تجزیہ کیا ہے جس کے سبب انسانیت زوال وانحطاط کی ادنیٰ ترین سطح کو پہونچ چکی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے ان ہمہ گیر اور دور رس تبدیلیوں کا جائزہ لیا جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے ذریعہ انسانی تاریخ اور تہذیب میں رونما ہوئیں۔ انسانی معاشرہ میں جو غیر معمولی تبدیلی اسلام کی تعلیمات اور پیغمبر اسلام کی اصلاحات نے پیدا کی، جس طرح انسان کے قلب وذہن کو بدلا فکر ونظر کے نئے پیمانے اور سانچے عطا کئے اور پوری تہذیبی زندگی کا رخ موڑ کر انسانیت کو اپنے خالق ومالک سے جوڑ دیا اس کا انتہائی عالمانہ احاطہ اس کتاب کا مرکزی مضمون ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے "وبضدها تتبین الأشیاء" اسلام کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے قدیم وجدید جاہلیت کی حقیقت کا ادراک ضروری ہے۔ اور یہی انہوں نے اس کتاب میں کیا ہے۔ صدر اسلام کے عہد زریں کے تذکرہ کے بعد انہوں نے بتایا کہ جب مسلمانوں کی نظر سے وہ اعلیٰ مقاصد واہداف اوجھل ہونے لگے اور رفتہ رفتہ زوال اور انحطاط کے اسباب غالب آنا شروع ہوئے تو اس کے کیا اثرات مسلم تہذیب اور معاشرے پر پڑے اور کیا نقصانات پوری انسانیت کو اس کی پاداش میں اٹھانے پڑے، یہ پوری داستان علی میاںؒ نے بڑی دردمندی اور جذبات کی شدت کے ساتھ بڑی علمی دیانت اور فکری صداقت کے ساتھ صاف صاف بیان کردی ہے۔

اگر میری اس طالب علمانہ گذارشات میں معلومات سے زیادہ جذبات کا اظہار ہوا ہو تو میں معافی کا خواستگار ہوں اس لئے کہ علی میاںؒ کے بارے میں بات ہو اور جذبات دبے رہیں یہ ممکن نہیں۔ ویسے بھی میں کیا میرا علم کیا۔ میرے پاس تو یہی جذبات عقیدت ہیں ایسی ہستی کے بارے میں جو کہ صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں اور پھر صدیوں یاد کی جاتی ہیں۔ مولانا علی میاںؒ ایک ایسی ہی ہستی تھے۔ وہ ایسے عالم تھے جن کے اندر علم وعرفان کا ایک عالم سمایا ہوا تھا وہ ایسے مرد قلندر تھے جن کے اندر ایقان واحسان کا ایک سمندر موجزن تھا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں انہی انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین میں شامل کردے جن کو انہوں نے ہمیشہ یاد کیا خود بھی یاد رکھا اور دوسروں کو بھی ان کی یاد سے گرماتے رہے۔ ☆☆☆

۲۲ر شعبان کی ندوہ کی ایک شام

امسال کے تعلیمی سال کا کارواں اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ طلبہ آج امتحان سالانہ کے اختتام پر اپنے اپنے وطن جانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں ایک طرف بعض کو عارضی طور پر اور بعض کو فراغت کی وجہ سے ندوہ کے چھوٹنے کا غم ہے تو دوسری طرف اپنے والدین، اعزہ واقرباء سے ملاقاتوں کی امیدیں اور خوشیاں!! قارئین اس فکر کو بھی اپنے ساتھ لئے جارہے ہیں کہ آئندہ کا ان کا لائحہ عمل کیا ہو؟ دعا ہے کہ اللہ ان کا حامی وناصر ہو اور ان پر ایسی راہیں کھول دے کہ دنیا میں بھی وہ سربلند رہیں اور آخرت میں بھی سرخرو۔

ندوہ کی رونق طلبہ واساتذہ ہی کے دم قدم سے ہے، کبھی کبھی طلبہ کی بے اعتدالیاں ضرور سامنے آتی اور وقتی طور پر دینی کوفت کا باعث بنتی ہیں لیکن ایک سچا معلم والد کے مانند ہوتا ہے اور جس طرح ایک والد اس کی آرزو کرتا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے بھی زیادہ ترقی کی منزلیں طے کرے ٹھیک اسی طرح ایک حقیقی معلم بھی یہ تمنا کرتا ہے کہ اس کا شاگرد "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہے" کا عملی ثبوت فراہم کرے۔

ماں، مادری زبان اور مادر علمی سے رشتہ کا استوار رہنا ایک فطری بات ہے اور ہم اپنے طلبہ سے یہی گمان رکھتے ہیں کہ وہ فطرت صحیحہ پر ہی جی رہے ہیں۔ بقول ساحر اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو نہ جانے زندگی کی کس گلی میں شام ہوجائے

اللہ زندگی کے ہر گام پر ان کو کامیاب وبامراد رکھے!

(امین شجاع)

نورِ بصیرت

ساحل دور ہے اور خطرہ قریب

(''علم کا مقام اور اہل علم کی ذمہ داریاں'' سے ماخوذ)

(تعلیمی سال کے اختتام کی مناسبت سے ایک خصوصی انتخاب)

اب آخر میں مجھے اپنے ان قابل مبارکباد بھائیوں سے جو یہاں سے سند لے کے جارہے ہیں یا ان خوش نصیب عزیزوں سے جو ابھی اس چمن علم کی خوشہ چینی میں مصروف ہیں، کچھ کہنے کی اجازت دیجئے میں اپنی بات کہنے میں (جو شاید کسی قدر خشک اور سنجیدہ ہو) ایک دلچسپ کہانی کا سہارا لوں گا، جو شاید آپ کے کانوں کا ذائقہ تبدیل کرنے میں مدد کرے۔

''راوی صادق البیان کہتا ہے کہ ایک بار چند طلباء تفریح کے لئے ایک کشتی پر سوار ہوئے طبیعت موج پر تھی، وقت سہانا تھا، ہوا نشاط انگیز اور کیف آور تھی، اور کام کچھ نہ تھا، یہ نوعمر طلباء خاموش کیسے بیٹھ سکتے تھے، جاہل ملاح دلچسپی کا اچھا ذریعہ اور فقرہ بازی مذاق وتفریح طبع کے لئے بے حد موزوں تھا، چنانچہ ایک تیز وطرار صاحبزادے نے اس سے مخاطب ہوکر کہا، چچا میاں! آپ نے کون سے علوم پڑھے ہیں؟''

ملاح نے جواب دیا ''میاں میں نے کچھ پڑھا لکھا نہیں''

صاحبزادے نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا ''ارے آپ نے سائنس نہیں پڑھی'' ملاح نے کہا ''میں نے تو اس کا نام بھی نہیں سنا''۔

دوسرے صاحبزادہ بولے ''جیومیٹری اور الجبرا تو آپ ضرور جانتے ہوں گے''؟ ملاح نے کہا ''حضور! یہ نام میرے لئے بالکل نئے ہیں''۔

اب تیسرے صاحبزادے نے شوشہ چھوڑا ''مگر آپ نے جو گرفی (Geography) اور ہسٹری (History) تو پڑھی ہی ہوگی''؟

ملاح نے جواب دیا ''سرکار یہ شہر کے نام ہیں یا آدمی کے''؟ ملاح کے اس جواب پر لڑکے اپنے ہنسی نہ ضبط کرسکے اور انھوں نے قہقہہ لگایا، پھر انھوں نے پوچھا ''چچا میاں تمھاری عمر کیا ہوگی''؟ یہی چالیس سال'' لڑکوں نے کہا ''آپ نے اپنی آدھی عمر برباد کی اور کچھ پڑھا لکھا نہیں''۔

ملاح بے چارہ خفیف ہوکر رہ گیا، چپ سادھ لی، قدرت کا تماشہ دیکھئے کہ کشتی کچھ ہی دور گئی تھی کہ دریا میں طوفان آگیا، موجیں منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی تھیں اور کشتی ہچکولے لے رہی تھی، معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈوبی تب ڈوبی دریا کے سفر کا لڑکوں کا پہلا تجربہ تھا، ان کے اوسان خطا ہوگئے، چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، اب جاہل ملاح کی باری آئی اس نے بڑی سنجیدگی سے منھ بنا کر پوچھا ''بھیا تم نے کون کون سے علم پڑھے ہیں''؟

لڑکے اس بھولے بھالے جاہل ملاح کا مقصد نہیں سمجھ سکے اور کالج یا مدرسہ میں پڑھے ہوئے علوم کی لمبی فہرست گنانی شروع کردی، اور جب وہ یہ بھاری بھرکم مرعوب کن نام گنا چکے تو اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا: یہ سب تو پڑھا لیکن کیا پیراکی بھی سیکھی ہے؟ اگر خدانخواستہ کشتی الٹ جائے تو کنارے کیسے پہنچ سکو گے لڑکوں میں کوئی بھی پیرنا نہیں جانتا تھا، انھوں نے بہت افسوس کے ساتھ جواب دیا ''چچا جان! یہی ایک علم ہم سے رہ گیا ہے، ہم اسے نہیں سیکھ سکے''۔ لڑکوں کا جواب سن کر ملاح زور سے ہنسا اور کہا ''میاں میں نے تو اپنی آدھی عمر کھوئی مگر تم نے پوری عمر ڈبوئی، اس لئے کہ اس طوفان میں تمھارا پڑھا لکھا کام نہ آئیگا، آج پیراکی ہی تمھاری جان بچاسکتی ہے، اور وہ تم جانتے ہی نہیں''۔

آج بھی دنیا کے بڑے بڑے ترقی یافتہ ملکوں میں جو بظاہر دنیا کی قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں، صورت حال یہی ہے کہ زندگی کا سفینہ گرداب میں ہے، دریا کی موجیں خونخوار نہنگوں کی طرح منھ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی ہے، ساحل دور ہے اور خطرہ قریب، لیکن کشتی کے معزز ولائق سواریوں کو سب کچھ آتا ہے، مگر ملاحی کا فن اور پیراکی کا علم نہیں آتا، دوسرے الفاظ میں انھوں نے سب کچھ سیکھا ہے، لیکن بھلے مانسوں، شریف، خداشناس اور انسانیت دوست انسانوں کی طرح زندگی گذارنے کا فن نہیں سیکھا اقبال نے اپنے ان اشعار میں اسی نازک صورت حال اور اس عجیب وغریب ''تضاد'' کی تصویر کھینچی ہے، جس کا اس بیسویں صدی کا مہذب اور تعلیم یافتہ فرد بلکہ معاشرہ کا معاشرہ شکار ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کرنہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کرنہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کرنہ سکا

شریفانہ انسانی زندگی گذارنے کا بنیادی فن، خداترسی، انسان دوستی، ضبط نفس کی ہمت وصلاحیت ذاتی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینے کی عادت، انسانیت کا احترام انسانی جان و مال، عزت وآبرو کے تحفظ کا جذبہ، حقوق کے مطالبہ پر ادائے فرض کو ترجیح، مظلوموں اور کمزوروں کی حمایت و حفاظت اور ظالموں وطاقتوروں سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ، ان انسانوں سے جو دولت وو جاہت کے سوا کوئی جوہر نہیں رکھتے، عدم مرعوبیت و بے خوفی، ہر موقع پر اور خود اپنی قوم اپنی جماعت کے مقابلے میں کلمۂ حق کہنے کی جرأت، اپنے اور پرائے کے معاملے میں انصاف اور ترازو کی تول، کسی دانا و بینا، طاقت کی نگرانی کا یقین اور اس کے سامنے جواب دہی اور حساب کا کھٹکا، یہی صحیح خوشگوار و بے خطر اور کامیاب زندگی گذارنے کی بنیادی شرطیں، اور ایک اچھے وخوش اسلوب معاشرہ، اور ایک طاقتور ومحفوظ و باعزت ملک کی حقیقی ضرورتیں اور اس کے تحفظ کی ضمانتیں ہیں، اسکی تعلیم اور اس کے لئے مناسب ماحول مہیا کرنا دانشگاہوں کا اولین فرض، اور اس کا حصول تعلیم یافتہ نسل اور ملک کے دانشوروں کی پہلی ذمہ داری ہے، اور ہم کو اس جیسے تمام مواقع پر دیکھنا چاہئے کہ اس کام کی تکمیل میں ہماری دانش گاہیں کتنی کامیاب اور ان کے سند یافتہ افراد وفضلاء کتنے قابل مبارکباد ہیں، اور آئندہ ان مقاصد کے حصول اور تکمیل کیلئے ہم کیا عزائم رکھتے ہیں، اور ہم نے کیا انتظامات سوچے ہیں۔☆☆☆

اعلان داخلہ

امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ نے ''المعهد العالی للتدریب فی القضاء والإفتاء'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس میں ایسے باصلاحیت فضلاء کو مکمل تربیت دی جاتی ہے جن کو فقہ اسلامی کے ساتھ مناسبت ہو تاکہ کتاب وسنت، فقہ اور مصادر فقہ پر گہری نظر کے ساتھ احوال وعرف زمانہ سے آشنا ہوکر عصر حاضر کے درپیش چیلنجز کا سامنا کرنے کے اہل ہوں اور جدید مسائل کو حل کرسکیں، اس کا نصاب دو سال ہے۔

اس معہد میں فقہ، اصول فقہ، قواعد فقہ، مقاصد شرع، اصول حدیث، اصول افتاء، فرائض، انگریزی اور کمپیوٹر کے علاوہ ''الأحوال الشخصية للمسلمين'' (مسلم پرسنل لاء) کے ابواب پر خصوصی نظر، آداب قضاوافتاء کی عملی مشق، تخریج مسائل، زبان وبیان اور اسلوب فتوی نویسی، قضاء کی عملی تربیت، صحت دعویٰ کی جانچ، انعقاد دعویٰ کے بعد حسب اصول شرع ضروری کارروائی، تحقیق واقعہ کے شرعی اصول، شہادت، اقرار، یمین وغیرہ کے احکام، دعویٰ کی سماعت اور فیصلے کے اصول کی عملی مشق کرائی جاتی ہے، طلبہ کے طعام وقیام کا نظم معہد کی طرف سے ہے اور اس کے علاوہ سال اول کے طلبہ کو چار سو (۴۰۰) روپے اور سال دوم کے طلبہ کو چھ (۶۰۰) سو روپے ماہانہ بطور وظیفہ دئے جاتے ہیں۔

معہد کے پہلے سال میں داخلہ کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں، اس میں داخلہ کے لئے کسی مستند دارالعلوم سے فارغ وہ طلبہ درخواست دے سکتے ہیں جنہوں نے ممتاز نمبرات سے کامیابی حاصل کی ہو، مؤرخہ ۱۷/۱۸ر شوال ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰/۲۱ر نومبر ۲۰۰۵ء، روز اتوار، سوموار کو داخلہ کے امتحانات ہوں گے۔ درخواست قبول کرنے کی آخری تاریخ ۵ر شوال ۱۴۲۶ھ ہے۔

درخواستوں کے ساتھ نتائج امتحان کی مصدقہ کاپی ارسال کریں، موقوف علیہ، عالیت اور فضیلت کے نتائج امتحان بھی بھیجیں، اگر کسی وجہ سے آخری امتحان کے نتائج ۵ر شوال تک فراہم نہ ہوسکیں تو امتحان داخلہ کے وقت ساتھ لائیں۔

داخلہ کے خواہشمند حضرات مورخہ ۱۶ر شوال ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۹ر نومبر ۲۰۰۵ء بروز سنیچر کی شام تک امارت شرعیہ پھلواری شریف کے صدر دفتر میں تشریف لائیں تاکہ ۱۷ر شوال کی صبح سے امتحان میں شریک ہوسکیں۔ درخواست بنام سکریٹری المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار) ۸۰۱۵۰۵ ارسال کریں، درخواست میں اپنا نام مع ولدیت، سکونت رابطہ کا پتہ، کہاں کہاں تعلیم حاصل کی ہے ضرور لکھیں۔ ضروری ہے کہ اپنے حسن سیرت کی تصدیق اپنے اداروں کے ذمہ داروں سے کرا کر منسلک کریں۔ ✿✿✿

اعلان تعطیل

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ۲۶ر شعبان ۱۴۲۶ھ سے ۵ر شوال ۱۴۲۶ھ تک تعطیل رہے گی، ان شاء اللہ ۶ر شوال ۱۴۲۶ھ مطابق ۹ر نومبر ۲۰۰۵ء کو دارالعلوم کھلے گا۔

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA

44,Haji Building, S.V.Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele: Add Cupkettle
Tel:3460220,3468708

فرق باطلہ

نبوت محمدی کے خلاف مرزا غلام احمد قادیانی کا اعلان جنگ (پہلی قسط)

از: مولانا محمد عارف سنبھلی ندوی - استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

انگریزوں نے مسلمانوں سے ہندوستان کی حکومت چھینی اور اسلام کو ہندوستان سے بالکل ہی مٹا ڈالنے کا منصوبہ تیار کیا تو علماء مخلصین نے انگریزی گورنمنٹ کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، اور عملی طور پر جہاد شروع کر دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء گولیوں سے اڑائے گئے اور پھانسیوں پر لٹکائے گئے، آفریں ہے ان کو کہ انہوں نے اپنے وجود کا مٹایا جانا تو گوارا کیا مگر دین کا مٹایا جانا ایک لمحہ کے لئے بھی انہیں گوارا نہیں تھا، مگر مسلمان کہلانے والا ایک بدنصیب وہ بھی تھا جس نے انگریز سے ملنے والے روپیوں اور حاصل ہونے والی جائداد کے بدلے اپنا دین اور ایمان انگریزی حکومت پر بھینٹ چڑھا دیا، اور اپنی زندگی کا بڑا حصہ بلکہ ساری زندگی انگریزی حکومت کی حمایت کے لئے وقف کر دی تھی، اس آدمی کا نام تھا مرزا غلام احمد قادیانی، عمر بھر مرزا غلام احمد انگریزی حکومت کی حمایت کرتے رہے تھے اس کا ثبوت کہیں اور تلاش کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں، کیونکہ مرزا جی نے اپنی ایمان فروشی اور ملی غداری کا حال بڑی تفصیل کے ساتھ خود ہی اپنی کتابوں میں تحریر کر دیا ہے، یہاں ان کی تحریریں نقل کی جاتی ہیں، ملاحظہ کیجئے:

مرزا لکھتے ہیں:

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے، اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جاتیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں'' (تریاق القلوب: ص: ۲۷)

دوسری جگہ انہوں نے لکھا:

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار ہے'' (تبلیغ رسالت ۷/۱۷)

مرزا جی اگر چہ سچ بہت کم اور جھوٹ بہت زیادہ بولتے تھے مگر یہ انہوں نے بالکل سچ کہا کہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار ہے، یعنی حقیقت وہی ہے کہ انگریزی حکومت نے انہیں نبی بنایا ہی اس ناپاک مقصد سے تھا کہ وہ مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی پر آمادہ کریں اور ان کے دل و دماغ میں بٹھائیں کہ انگریز تمہارے محسن ہیں لہٰذا ان سے جہاد کرنا قطعی حرام ہے۔ یہی سمجھانے کے لئے مرزا نے کہا تھا:

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
اور اپنے رسول ہونے کی غرض یہ ظاہر کی تھی کہ:
اب آ گیا رسول جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
(درثمین)

اسی لئے جن علماء کرام نے اپنی جان و مال اور اہل و عیال سب کو شدید خطرات میں ڈال کر انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت اور جہاد پر مسلمانوں کو ابھارا تھا، ایمان فروش مرزا نے انتہائی ملعونیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر گالیوں کی بوچھاڑ کی تھی، مرزا کے مندرجہ ذیل بیان میں ان کی بکی ہوئی گالیوں کا نمونہ ملاحظہ کیجئے! لکھتے ہیں:

''جب ہم ۱۸۵۷ء کی سوانح کو دیکھتے ہیں اور اس زمانہ کے مولویوں کے فتووں پر نظر ڈالتے ہیں جنہوں نے عام طور پر مہریں لگا دی تھیں جو (کہ) انگریزوں کو قتل کر دینا چاہیئے تو ہم بحر ندامت میں ڈوب جاتے ہیں کہ یہ کیسے مولوی تھے اور کیسے ان کے فتوے تھے، جن میں نہ رحم تھا، نہ عقل تھی، نہ اخلاق، نہ انصاف، ان لوگوں نے چوروں اور قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کرنا شروع کیا اور اس کا نام جہاد رکھا'' (ازالۂ اوہام طبع پنجم ص: ۲۵۹ حاشیہ)

مرزا کا یہ بیان یقیناً انتہائی غیر مہذب اور خالص بازاری ہے، مگر اس میں بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ اسے لکھ کر مرزا نے انگریزوں کی نمک خواری کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔

مرزا جی اپنی ملی غداری کا انگریزی حکومت سے حق خدمت مانگتے ہیں

مرزا انگریز حکام کو عرضیاں بھیجا کرتے تھے کہ آقا مجھ خادم پر اور میرے خاندان پر کچھ نظر عنایت ہو جائے، نمونہ کے طور پر مرزا جی کی وہ درخواست جو انہوں نے انگریز لفٹنٹ گورنر کی خدمت میں بھیجی تھی، نقل کی جاتی ہے، اسے بغور پڑھئے اور دیکھئے کہ جھوٹا نبی کس طرح اسلام اور مسلمانوں کے دشمن سے نظر عنایت کی بھیک مانگتا تھا، مرزا نے لکھا:

''یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار

ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار، جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے، اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ اپنی مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گذار ہیں، اس خود کاشتہ پودا کی خدمت میں نہایت حزم اور احتیاط اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری، اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں، ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہائے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا، اور نہ اب فرق ہے، لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولتمدار کی نظر عنایت اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں'' (تبلیغ رسالت ۷/۱۹)

کیا انگریز لفٹنٹ گورنر کی خدمت میں بھیجی ہوئی مرزا جی کی اس عرضی کے سامنے آنے کے بعد اس کے بتانے کی بھی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ مرزا کے باپ دادا بلکہ ان کا سارا خاندان انگریزوں کا مکمل غلام اور ان کا جی حضوریہ تھا، اور آزادی کی جنگ لڑنے والوں اور خاص طور پر علماء اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں انگریزی حکومت کی بقاء وسلامتی کے لئے جان لڑائے ہوئے تھا، اور بعد میں خود مرزا جی انگریز حکام سے اپنے باپ دادا کی اور اپنی وفاداری کا یہ صلہ مانگ رہے تھے کہ وہ انہیں اور ان کی جماعت کو خصوصی نظر عنایت سے دیکھیں، ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جی حضوریوں اور غلاموں کو حکام کی جانب سے بنظر عنایت دیکھے جانے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ یہی کہ انہیں مال و متاع سے نوازا جائے۔

تو یہ تھا جھوٹا نبی، اور یہ تھی جھوٹے نبی کی اوقات، قوم و ملت سے غداری اور دین فروشی کی سزا یہی ہوتی ہے کہ دین فروشوں کو خدا و رسول کے دشمنوں کے در کا بھکاری بنا دیا جاتا ہے۔

نبوت محمدی کے خلاف مرزا کا اعلان جنگ

مرزا غلام احمد بخوبی جانتے تھے کہ جب تک اہل اسلام کے دلوں میں حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کی عظمت باقی رہے گی اس وقت تک وہ ہرگز انگریزوں کی غلامی پر راضی نہ ہونگے۔ اور ہرگز قرآن وحدیث کو سینوں سے جدا نہ کریں گے، اس حقیقت کا اندازہ کر کے مرزا جی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک و مقدس نام ''محمد'' کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، مرزا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک ''محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو کچھ لکھا اسے بغور پڑھئے، مرزا لکھتے ہیں:

''تم خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں! یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں، کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا، سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں، اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے، اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں''۔ (اربعین ۴/۱۷)

اس طرح انگریز کی حمایت کے بل پر مرزا جی نے اپنی انتہائی ملعونیت کا اظہار اور انتہائی خطرناک منصوبہ کا اعلان کر دیا کہ اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی تجلی کو نہیں چلنے دیا جائے گا کیونکہ اب دنیا کو اس تجلی کی ضرورت نہیں اب مابدولت کی تجلی دکھائی جائے گی، اسم محمد کی تجلی سورج کی گرم گرم کرنیں ہیں جن کی اب دنیا کو بالکل برداشت نہیں رہی، اور میری تجلی ٹھنڈی چاندنی ہے، اب دنیا میں اسی سے ٹھنڈک پہنچائی جائے گی۔

یہ تھا انگریزی حکومت کا خود کاشتہ پودا جو اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر انگریزی حکومت کی حمایت کے بل پر اس ہستی کے مقابلہ میں خود کو ٹھنڈی چاندنی بتا رہا تھا، جس ہستی کو سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا، اسی رحمت مجسم ہستی کو انگریزوں کا ایجنٹ ساری دنیا کے حق میں باعث رحمت بتا رہا تھا، حالانکہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وہ ہستی تھی جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے جن وانس کو خبر دی تھی۔

﴿قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین﴾ (مائدہ) ''بے شک تمہارے پاس آ گیا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک عظیم الشان نور اور آ گئی ہے ایک روشن کتاب''۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی کی نسبت کہ وہ مجسم نور بنا کر دنیا میں بھیجے گئے ہیں انہیں کے ذریعہ دنیا کو روشن کیا جائے گا، مگر مرزا کا اعلان یہ تھا کہ اب محمد کی تجلی کی دنیا کو برداشت نہیں اب ان کی تجلی نہیں چلے گی اب ہماری ٹھنڈی تجلی سے دنیا جگمگائے گی۔ اور پڑھئے مرزا کا حسب ذیل بیان، کہتے ہیں:

''مبارک ہے وہ جس نے مجھے پہچانا، میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں، اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں، بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے'' (کشتی نوح: ۵۶) (جاری)

پرچہ پریس کو جا رہا تھا کہ معہد سکروری کا نتیجہ امتحان اشاعت کے آ گیا اس لئے اس شمارہ میں اس مضمون کی پہلی قسط شائع کی جا رہی ہے مکمل مضمون بیک وقت شائع نہ کرنے پر ہمیں افسوس ہے۔

نتیجہ (باعتبار پوزیشن) امتحان سالانہ مہد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شعبان ۱۴۲۶ھ مطابق ستمبر ۲۰۰۵ء

درجہ ثانویہ اولیٰ

نمبر شمار	اسمائے طلباء	نتیجہ
۱	محمد سعید خان	کامیاب
۲	محمد نواز عالم	"
۳	محمد شعیب انصاری	"
۴	بدرالحسن	"
۵	محمد جیاد خان	"
۶	محمد اسمٰعیل	"
۷	راشد جمال	"
۸	حفیظ اللہ صدیقی	"
۹	محبوب عالم	دوم
۱۰	محمد عادل	"
۱۱	محمد الیاس	"
۱۲	محمد عمر	"
۱۳	محمد انس	"
۱۴	محمد مستقیم	مترقی
۱۵	محمد اشتیاق	"
۱۶	غلام مصطفیٰ	"
۱۷	محمد شفیق	ناکام
۱۸	محمد کاشف	"
۱۹	محمد سفیان فاروقی	ملاحظہ

درجہ ثانویہ ثانیہ

۱	محمد ادریس	اول
۲	منصور علی صدیقی	"
۳	شیخ عبداللہ	"
۴	محمد سلمان	"
۵	محمد شاہد	"
۶	مجم الدین	"
۷	شبی بیگ	"
۸	اقبال احمد	دوم
۹	ابصار احمد	"
۱۰	محمد قیس	مترقی
۱۱	محمد نہال	مترقی
۱۲	عبدالرؤف	"
۱۳	انعام اللہ فیصل	"
۱۴	محمد سراج	"
۱۵	محمد عرفاروق	"
۱۶	شیراز احمد	ناکام
۱۷	فہد عالم جمالی	"
۱۸	محمد عابد	"
۱۹	عظیم محمود	"
۲۰	مجرب شفیق	"
۲۱	شہباز عدیل	"
۲۲	محمد ثاقب اقبال	محفوظ

درجہ خصوصی

(الف)

۱	فیاض احمد	اول
۲	محمد مہتاب احمد	"
۳	محمد سلمان خاں	"
۴	سعید الرحمٰن	"
۵	شعیب احمد	"
۶	محمد راغب	"
۷	عبدالسلام	"
۸	توحید احمد	"
۹	محمد شریف الرحمٰن	"
۱۰	محمد شاہد	"
۱۱	انیس احمد	"
۱۲	محمد یونس	مترقی
۱۳	محمد سلمان	"
۱۴	محمد نسیم	"
۱۵	محمد اختر حسین	"
۱۶	امجد علی	"
۱۷	شجر الاسلام	"
۱۸	محمد اشرف	"
۱۹	اختر حسین	"
۲۰	محمد انصر	اول
۲۱	مجاز احمد شبلی	"
۲۲	محمد عابد	دوم
۲۳	محمد حامد	"
۲۴	محمد مرتضیٰ	مترقی
۲۵	عبید الرحمٰن	"
۲۶	وصی اللہ اعظمی	"
۲۷	محمد یٰسین	"
۲۸	محمد ضیاء الاسلام	ناکام

درجہ خصوصی

(ب)

۱	فوزان اختر	اول
۲	محمد خبیب	"
۳	محمد حفظ الرحمٰن	"
۴	علیم الدین	"
۵	محمد دانش اقبال	"
۶	محمد نسیم الدین	"
۷	حفیظ اللہ صدیقی	"
۸	فیصل انور	"
۹	عبید اللہ	"
۱۰	حیدر علی	"
۱۱	محمد شعیب	"
۱۲	مسیح الدین	"
۱۳	محمد سلمان	"
۱۴	محمد شعیب (۲)	"
۱۵	محمد مظہر الحق	"
۱۶	محمد عامر	"
۱۷	حافظ فیض عالم	"
۱۸	محمد اختر	"
۱۹	محمد ارشاد عالم	"
۲۰	محمد طارق انور	مترقی
۲۱	ملک عبدالحفیظ	"
۲۲	معاذ الحق	"
۲۳	محمد سلمان شاہد	ناکام
۲۴	راشد اشرف	"
۲۵	مناظر احسن	محفوظ
۲۶	مکارم احسن	محفوظ

درجہ ثانویہ ثالثہ

(الف)

۱	محمد احتشام	اول
۲	محمد کاشف اقبال	"
۳	محمد فیصل نسادی (۱)	"
۴	گلزار اویس	"
۵	خلیل احمد	"
۶	محمد آصف	"
۷	محمد خورشید عالم	"
۸	محمد عاکف ملک	"
۹	مختار حسین	"
۱۰	ظفر امام	"
۱۱	تنویر خاں	"
۱۲	عبدالحکیم	"
۱۳	محمد راشد	"
۱۴	محمد احمد	"
۱۵	نورالحسن خاں	دوم
۱۶	توصیف احمد فیضی	"
۱۷	محمد کلیم اللہ	"
۱۸	محمد عامر	"
۱۹	اشرف علی بٹ	"
۲۰	محمد ندیم	مترقی
۲۱	محمد سہیل	"
۲۲	محمد معاویہ نعمانی	"
۲۳	عبدالاحد	"
۲۴	محمد خالد اعظمی	"
۲۵	جلال الدین	ناکام
۲۶	محمد عمران	"
۲۷	سید محمد فہد انور	"
۲۸	عبداللہ خان	محفوظ
۲۹	ضمیر الدین	"
۳۰	محمد فیصل	"

درجہ ثانویہ ثالثہ

(ب)

۱	انیس احمد	اول
۲	محمد عثمان خان	"
۳	محمد رضوان	"

۴	ارشد ایوب	۲	محمد ذکی اللہ	۲	محمد آصف	۶	محمد فیصل
۵	محمد فاروق اعظم	۳	امین حسین	۳	مرشد عالم	۷	فضیل احمد
۶	سہیل احمد	۴	محمد زکریا	۴	سید اشرف علی	۸	ارشد جمال
۷	محمد ذیشان	۵	محمد عثمان	۵	ابوتمر	۹	محمد ساجد بیگ
۸	محمد عادل	۶	محمد خورشید	۶	تحسین زاہد	۱۰	محمد جاوید خاں
۹	محمد معظم	۷	مہتاب عالم	۷	محمد ثرانور	۱۱	ممتاز احمد اول
۱۰	منور حسین	۸	دانش اعظم	۸	عبدالشکور	۱۲	مزمل ندیر
۱۱	سعود حسن رشید	۹	عقیل احمد	۹	محمد فیصل عالم	۱۳	سید محمد ثاقب فریدی
۱۲	ولی الدین	۱۰	محفوظ الرحمٰن	۱۰	عبدالرحمٰن (۲)	۱۴	عبدالقوی
۱۳	مدثر احمد	۱۱	تنویر احمد	۱۱	محمد فرحان صدیقی	۱۵	محمد خواجہ معزالدین طاہر
۱۴	انیس گجراتی	۱۲	محمد کاشف	۱۲	محمد یعقوب	۱۶	ریاض احمد
۱۵	محمد ندیم اختر	۱۳	محمد وسیم اکرم	۱۳	نواز شریف	۱۷	سید علی مظفر
۱۶	خالد ارشاد	۱۴	داؤد رشید	۱۴	محمد انور دوم	۱۸	جہانگیر عالم
۱۷	محمد مطیع اللہ	۱۵	محمد طارق جمال	۱۵	محمد مزمل دوم	۱۹	محمد صفیان قادری
۱۸	سید محمد اشتیاق الحق	۱۶	صائم علی خاں	۱۶	عبدالحق	۲۰	فیروز عالم
۱۹	محمد قاسم انور	۱۷	ہشام الرحمٰن	۱۷	محمد عادل	۲۱	عبدالرحمٰن
۲۰	رفیع اللہ	۱۸	محمد عبدالرحمٰن	۱۸	امیر خسرو	۲۲	محمد وقار
۲۱	محمد علیم	۱۹	احمد مجتبیٰ	۱۹	محمد احمد	۲۳	عبدالمتین
۲۲	اشتیاق احمد دوم	۲۰	ابوبکر	۲۰	محمد حذیفہ	۲۴	محمد معراج الدین
۲۳	محمد عمران	۲۱	محمد ابراہیم دوم	۲۱	محمد فیضیاب مترقی	۲۵	عبدالحق
۲۴	محمد عابد مترقی	۲۲	محمد عرفان	۲۲	صباح الدین مترقی	۲۶	محمد عرفان دوم
۲۵	محمد یحییٰ	۲۳	عکاشہ حمود	۲۳	محمد معید خان	۲۷	عبداللطیف
۲۶	عبدالعزیز مترقی	۲۴	ریاض احمد مترقی	۲۴	محمد یحییٰ	۲۸	محمد نعمان مترقی
۲۷	ہارون رشید	۲۵	فیصل	۲۵	معراج منظر ناکام	۲۹	شمشیر احمد مترقی
۲۸	عبدالرؤف	۲۶	صفت اللہ ناکام	۲۶	محمد ریحان ناکام	۳۰	محمد عامر
۲۹	نثار احمد	۲۷	محمد اسعد علی ناکام	۲۷	شاہ عالم محفوظ	۳۱	محمد احترام
۳۰	محمد وسیم خاں	۲۸	محمد احمد ناکام			۳۲	محمد اشتیاق
۳۱	محمد توقیر	۲۹	محمد اکرم خاں ناکام			۳۳	علیم اللہ ناکام
۳۲	محمد حفظ الرحمٰن ناکام	۳۰	محمد عبداللہ ناکام			۳۴	محمد جنید خاں ناکام
۳۳	محمد ساجد خاں محفوظ	۳۱	محمد راغب الحق مکی ناکام			۳۵	محمد احمد بن محمد حامد ناکام
		۳۲	اعجاز احمد محفوظ			۳۶	فیض الرحمٰن
						۳۷	عبدالرشید
						۳۸	ابوشحمہ اعظمی

درجہ ثانویہ ثالثہ

(ج)

۱	انس امین	اول

اعدادیہ

۱	عبدالرحمٰن (۱)	اول

درجہ ثانویہ رابعہ

(الف)

۱	اعجاز الدین	اول
۲	محمد عمران	"
۳	ندیم اختر	"
۴	عزیز الحسن	"
۵	محمد احمد	"

درجہ ثانویہ رابعہ

(ب)

۱	محمد عاکف رضوان	اول
۲	عبیداللہ طاہر	"
۳	محمد ہاشم	"
۴	علیم الدین	"
۵	بختیار حیدر	"
۶	سید مطیع الحق	"
۷	ابوبکر محمد یامین	"
۸	محمد محمود عالم	"
۹	آصف حیدر شمس	"
۱۰	محمد صابر	"
۱۱	صدیق احمد	"
۱۲	محمد انس	"
۱۳	بلال احمد لکھنوی	"
۱۴	عبدالکریم	"
۱۵	محمد عارف	"
۱۶	محمد شمس الدین	"
۱۷	محمد مبارک خاں	"
۱۸	محمد فضل الرحمٰن	دوم
۱۹	محمد ساجد	"
۲۰	محمد ظفر عالم	"
۲۱	محمد خلیل	"
۲۲	مقصود احمد خاں	مترقی
۲۳	محمد آصف نصیر	"
۲۴	محمد عظیم	"
۲۵	ہارون رشید	"
۲۶	عبدالوہاب	"
۲۷	محسن ریگ	"
۲۸	محمد عمر فاروق	"
۲۹	محمد فیضان نعمانی	مترقی
۳۰	محمد اقبال خاں	"
۳۱	محمد ہاشم خاں	ناکام

۳۲	سعید الحق	ناکام	
۳۳	محمد فیاض انجانی	ناکام	
۳۴	محمد عنایت اللہ		
۳۵	محمد نصر الدین	ناکام	
۳۶	محمد عبداللہ		
۳۷	سید سرفراز		

درجہ ثانویہ رابعہ

(ج)

۱	محمد قمر عالم	اول	
۲	محمد غفران		
۳	محمد طلحہ		
۴	محمد سالم		
۵	نقیب اشرف		
۶	محمد کاشف حسین		
۷	محمد اکرم		
۸	محمد ایوب خاں		
۹	عتار الامین		
۱۰	بلال احمد کشمیری		
۱۱	عبداللہ اشفاق		
۱۲	محمد حبیب		
۱۳	عبدالباری لداخی		
۱۴	ابوسالم		
۱۵	محمد شمیم		
۱۶	حسین احمد		
۱۷	محمد نازش حسین	دوم	
۱۸	نثار احمد		
۱۹	محمد وسیم		
۲۰	محمد جمیل احمد		
۲۱	محمد شبیر احمد		
۲۲	سہیل احمد		
۲۳	محمد شاہنواز		
۲۴	محمد آصف	مترتی	
۲۵	محمد طلحہ		
۲۶	محمد جہانگیر		
۲۷	محمد نعمان		
۲۸	زبیر احمد انصاری		
۲۹	عبدالرحمن		
۳۰	محمد صبیح احمد	مترتی	
۳۱	محمد احسان		
۳۲	محمد زاہد		
۳۳	عزیز الرحمن	ناکام	
۳۴	شمس الدین	ناکام	
۳۵	محمد طارق	ناکام	
۳۶	محمد فیصل رحمانی	ناکام	
۳۷	معین الدین صدیقی	ناکام	
۳۸	محمد آفتاب عالم	ناکام	
۳۹	محمد عابد	ناکام	

درجہ ثانویہ خامسہ

(الف)

۱	جنید الرحمن	اول	
۲	علم الہدیٰ		
۳	محمد افروز عالم		
۴	محمد نسیم اقبال		
۵	محمد مدثر		
۶	ذوالنون حبیب		
۷	سہیل احمد		
۸	محب اللہ		
۹	محمد احمد		
۱۰	عبدالحسیب		
۱۱	حافظ ارشد		
۱۲	نصیب اللہ		
۱۳	محمد ایوب اقبال		
۱۴	محمد طاہر		
۱۵	محمد آصف عطاء اللہ		
۱۶	محمد نوید فیضی		
۱۷	محمد اسلام	دوم	
۱۸	انشاد احمد		
۱۹	ابوالمحاسن		
۲۰	محمد عادل		
۲۱	نوشاد احمد		
۲۲	فیاض احمد		
۲۳	محمد ممیر احمد خاں		
۲۴	محمد اویس	مترتی	
۲۵	محمد فیضان		
۲۶	محمد اعجاز عالم		
۲۷	عبداللہ خاں		
۲۸	نور محمد		
۲۹	محمد نظام	ناکام	
۳۰	اصغر علی		

درجہ ثانویہ خامسہ

(ب)

۱	محمد عبدالرحمن خاں	اول	
۲	محمد عبداللہ بن خلیل		
۳	عظمت علی		
۴	محمد ارشد		
۵	نعمت اللہ		
۶	محمد انصار		
۷	محمد اخلاق		
۸	محمد عاصم		
۹	عبدالغفار		
۱۰	محمد جاوید		
۱۱	اسعد اقبال		
۱۲	اسید الرحمن		
۱۳	شمشیر عالم		
۱۴	یٰسین حبیب		
۱۵	محمد شاہد		
۱۶	صابر علی		
۱۷	محمد آصف		
۱۸	رونق امام		
۱۹	محمد رحمت اللہ		
۲۰	سید اصحاب		
۲۱	محمد رضوان		
۲۲	محمد طالب جلال		
۲۳	محمد فیاض		
۲۴	محمد عمار		
۲۵	محمد ہشام الدین		
۲۶	محمد نعیم		
۲۷	محمد اعظم		
۲۸	محمد عارف	دوم	
۲۹	محمد مسیح اللہ		
۳۰	علیم الدین	مترتی	
۳۱	محمد اکرم خاں	ناکام	
۳۲	جنید احمد	ناکام	
۳۳	طفیل	ناکام	

درجہ ثانویہ خامسہ

(ج)

۱	محمد مسلم	اول	
۲	عبدالواسع		
۳	عبدالعظیم		
۴	ظفر الحق		
۵	ارمان		
۶	محمد عارف	اول	
۷	محمد وحید خاں		
۸	عبداللہ دانش		
۹	نہال اشرف		
۱۰	محمد شاداب جمیل		
۱۱	عبداللہ فیضی		
۱۲	محمد عظیم اللہ		
۱۳	عبدالوہاب		
۱۴	مصطفیٰ		
۱۵	محمد فرمان		
۱۶	کونین عاشق		
۱۷	محمد عنایت اللہ		
۱۸	مبشر احمد		
۱۹	محمد اعظم شرقی		
۲۰	طارق انور		
۲۱	رضی احمد		
۲۲	عاطف محمود		
۲۳	ابوذر		
۲۴	سید محمد ذاکر		
۲۵	محمد علی	دوم	
۲۶	عبدالحفیظ		
۲۷	غلام محمد مجتبیٰ		
۲۸	محمد عبداللہ خاں		
۲۹	محمد اسامہ		
۳۰	محمد دانش	مترتی	
۳۱	ندیم احمد		
۳۲	محمد عزیز الحق		
۳۳	محمد شمیر	ناکام	

✿✿✿

ستمبر کے آخری ہفتہ میں حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء، شہر گلستاں بنگلور تشریف لے گئے تھے شرکاء سفر میں جناب شاہد حسین صاحب اور حاجی عبد الرزاق صاحب شامل تھے۔ حضرت والا نے ممبئی میں جناب محمد بھائی آندھرا ٹرانسپورٹ کی عیادت فرمائی۔

(نوٹ) اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ تعمیر حیات میں نتیجہ امتحان کی اشاعت طلباء اور ان کے والدین کی واقفیت اور سہولت کے پیش نظر کی جاتی ہے، البتہ نتیجہ امتحان کے سلسلہ میں دفتر معہد دار العلوم سکروری کا رکارڈ ہی معتبر ہے۔ اور نتیجہ سے متعلق تمام امور میں دفتر معہد کا فیصلہ قطعی تسلیم کیا جائے۔

ناظر معہد

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس طرح مرزا نے اعلان کر دیا کہ اب خاتم النبیین کی خاتمیت کا خاتمہ ہے، اب خاتم النبیین ہم ہیں، ہم ہی آخری نور ہیں اور ہمارے بغیر سب تاریکی ہے، یعنی اب نہ قرآن، نہ حدیث بلکہ فقط مرزا پر بقول خود نازل ہونے والی وحی سے دنیا جگمگائے گی، نعوذ باللہ من ھذہ الکفریات ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس طرح کی تعلیوں سے مرزا جی کی کتابیں بھری ہوئی ہیں اوپر کے اعلانوں کی طرح مرزا جی نے ایک دعویٰ اور ایک اعلان یہ کیا کہ:

''خدا نے میری وحی، اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا، اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرا دیا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے، اور جس کے کان ہوں سنے''۔ (اربعین ۴-۶)

مرزا جی کی ان دونوں تحریروں کا صاف اور قطعی مطلب یہی ہے کہ جو لوگ مرزا پر ایمان لائیں گے اور ان کی پیروی کریں گے وہ تو ہلاکت سے محفوظ رہیں گے اور نجات دائمی کے مستحق قرار پائیں گے، اور اگر ایسا نہ کریں گے تو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بھی انہیں ہلاکت سے نہیں بچا سکے گی''۔

حدیثیں معیار نہیں بلکہ معیار میں ہوں

مرزا کا اعلان

اسی طرح مرزا جی نے نہایت بے باکی اور بے شرمی کے ساتھ اعلان کیا کہ دین کے معاملہ میں حدیثیں اصل حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ اصل حیثیت کا مالک میں ہوں، لہذا تمہیں چاہیئے تھا کہ مجھے حدیثوں سے نہ ناپتے بلکہ حدیثوں کو مجھ سے ناپتے، ملاحظہ ہو مرزا کا بیان:

''تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے قبول کرتے اور بجائے اس کے کہ مجھے ان حدیثوں کے ساتھ ناپتے، حق یہ تھا کہ ان حدیثوں کو میرے ساتھ ناپتے اور جو احادیث میرے مطابق نہ اترتیں ان کی تاویل کرتے یا ضعیف قرار دے کر چھوڑ دیتے، کیونکہ میں خدا کی وحی سے بولتا ہوں اور حکم اور عدل ہو کر آیا ہوں، مبارک وہ جو اس نکتہ کو پہچانتا اور ہلاک ہونے سے بچ جاتا ہے'' (تبلیغ ہدایت ص: ۳۰۶ طبع نہم) (ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حدیثیں بھی اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہی ہیں مگر مرزا کہہ رہے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا کوئی اعتبار نہیں، اعتبار ہماری وحی کا ہے لہذا ہماری وحی سے رسول اکرم کی وحی کو ناپو اور ان کی وحی میں جو ہماری وحی کے خلاف ہو اسے بالکل چھوڑ دو۔

قرآن وحدیث کی مراد مجھ سے پوچھو

اسی طرح مرزا نے کہا کہ حدیث وقرآن کی صحیح مراد مجھ سے پوچھو کیونکہ وحی بھیج کر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ مجھے بتا دیا ہے، پڑھئے مرزا کا اعلان:

''میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے، اور مجھے بتلایا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے، اور فلاں جھوٹی ہے، اور قرآن کے صحیح معنوں سے مجھے اطلاع بخشی ہے تو پھر کس بات اور کس غرض کے لئے ان لوگوں سے منقولی بحث کروں''۔ (اربعین ۴-۲۵)

قرآن شریف کی تفسیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام اور حضرات تابعین وغیرہ نے یہ فرمائی ہے، اور حدیث شریف میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے، اور محدثین نے فلاں حدیث کو سندی لحاظ سے یہ درجہ دیا ہے، دین وشریعت کے حکموں کے ثبوت کا یہی طریقہ ہے، مگر مرزا کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ نہیں، ان باتوں کا نام بھی میرے سامنے نہ لینا، اب تو بس میں ہی میں ہوں، اللہ تعالیٰ سے میرا براہ راست تعلق ہے، کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتلا دیا ہے، پس جو کچھ میں کہوں اسی پر ایمان لاؤ اور اسی کی پیروی کرو، قرآن وحدیث اور تفسیروں وغیرہ کا ذکر بھی میرے سامنے نہ کرو، اسی میں تمہاری خیریت ہے ورنہ خسارہ ہی خسارہ اور ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

اس طرح مرزا جی نے اپنی دانست میں، ان تمام کھڑکیوں کو بالکل بند کر دیا جن سے چھوٹ پھوٹ کر اسم محمد کی تجلی دنیا کو منور کر رہی تھی، داد دیجئے انگریز کی نظر انتخاب کی کہ ایسا فٹ آدمی تلاش کیا جو دین وملت سے غداری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، جب مرزا جی دین وملت سے غداری کی یہ باتیں لکھتے ہوں گے تو ابلیس اور اس کی ذریت کے گھروں میں صحی کے چراغ جلائے جاتے ہوں گے، اور وہ سب کے سب مارے خوشی کے تالیاں بجا بجا کر رقص کرتے ہوں گے، کہ شاباش مرزا تم ہم پر بھی بازی لے گئے۔

مرزا جی کا عیسیٰ ابن مریم بننا

مرزا جی نے جب نبی بننے کا پلان پکا کر لیا تو انہوں نے کسی نبی کا نام اختیار کرنے پر غور کیا، اس موقع پر شیطان نے مرزا صاحب کی خصوصی رہنمائی کی، اس نے کہا کہ سچے نبی کی حدیثوں میں آسمان سے حضرت عیسیٰ کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کی خبر دی گئی ہے لہذا مرزا صاحب تم یہ کام کرو کہ قرآن کا حوالہ دے دے کر یہ جھوٹ بولو کہ قرآن میں یہ پیشین گوئی کی

گئی ہے کہ اس امت میں ایک آدمی ایسا ہوگا جو پہلے مریم کہلائے گا اور پھر مریم سے عیسیٰ بنایا جائے گا، اور لوگوں کو بتاؤ کہ وہ مریم اور وہ عیسیٰ میں ہی ہوں، مرزا جی کو شیطان کا یہ خبیث مشورہ بہت زیادہ پسند آگیا گویا یہی ان کے دل کی آواز تھی، اس لئے انہوں نے اس مشورہ کو فوری طور پر عملی جامہ پہناتے ہوئے لکھا کہ:

''انصاف اور عقل اور تقویٰ سے سوچو کہ وہ پیشین گوئی جو سورۂ تحریم میں تھی یعنی یہ کہ اس امت میں کوئی فرد مریم کہلائے گا اور پھر مریم سے عیسیٰ بنایا جائے گا'' (کشتی نوح:۴۶)

مرزا جی کو اس کی ذرا بھی شرم نہ آئی کہ لوگ سورۂ تحریم کو پڑھیں گے اور اس میں بچوں کو بھی زور سے ہنسانے والی یہ بیہودہ پیشین گوئی نہ پائیں گے تو ان کی نسبت کیا رائے قائم کریں گے، مگر سچی بات یہ ہے کہ ہم ہی غلطی پر ہیں کہ شرم وحیا کا مرزا جی کے سلسلہ میں سوال اٹھا رہے ہیں، کیونکہ مرزا جی اگر شرم وحیا کے چکر میں پڑتے تو پھر جھوٹی نبوت کا ڈھونگ ہی کیوں رچاتے، جس دن انہوں نے جھوٹی نبوت کے دعوے کا پلان بنایا تھا، شرم وحیا جیسی چیزوں کا خیال دل ودماغ سے کھرچ کر اسی دن باہر پھینک دیا تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے حساب سے یہ کوئی شرم کی بات تھی بھی نہیں، کیونکہ انہوں نے تو اپنی نسبت ایسے ایسے شرمناک بیانات اپنی کتابوں میں دئے ہیں کہ دنیا کے نامی گرامی اوباش اور بدقماش لوگ بھی ایسے خیالات سے خدا کی پناہ مانگتے ہوں گے۔

بہر حال اب آپ سورۂ تحریم کی اس آیت کو جس کی جانب مرزا جی نے اشارہ کر کے یہ شرمناک جھوٹ بولا ہے، ترجمہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے اور سوچئے کہ مرزا جی جھوٹ بولنے میں کس قدر جری واقع ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ﴾ (سورۂ تحریم آخری آیت پارہ ۲۸)

''اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی پھر ہم نے پھونک دی اس میں اپنی جانب سے ایک خاص روح اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی اور تھی وہ فرمانبرداروں میں''

آپ نے آیت بھی دیکھ لی اور اس کا ترجمہ بھی پڑھ لیا، اس آیت میں نہ اس امت کا ذکر ہے نہ اس کا کہ ایک آدمی ایسا ہوگا جو پہلے مریم کہلائے گا اور پھر عیسیٰ بنایا جائے گا، بلکہ اس میں تذکرہ ہے ان مقدس حضرت مریم کا جو صاحبزادی تھیں حضرت عمران کی، جب کہ مرزا بیٹی نہیں بلکہ بیٹا تھے غلام مرتضیٰ کے، اور مریم نہیں بلکہ ان کے والد نے ان کا نام رکھا تھا غلام احمد، مگر مرزا کہتے ہیں کہ نہیں صاحب اس آیت میں وہی کچھ فرمایا گیا ہے جو میں بتا رہا ہوں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا جھوٹ بولنے میں کس قدر ماہر اور کس قدر جری واقع ہوئے تھے۔

آیتوں کے حوالے سے مرزا جی کا خود کو عیسیٰ بنانا

مرزا صاحب قرآن کی آیتیں پیش کر کر کے دعوے کیا کرتے تھے کہ ان میں میری بابت مسیح موعود بن کر آنے کی خبر دی گئی ہے، علماء نے انہیں سمجھایا کہ مرزا جی خدا سے ڈرئے اور قرآن شریف کی بابت اتنا صریح جھوٹ نہ بولئے، مگر مرزا صاحب کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہیں تھے اس لئے شرمانے کے بجائے انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں کا یہ کہنا اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ جو آیتیں میں خود کے مسیح موعود ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کرتا ہوں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے حق میں نازل ہوئی تھیں، انہیں کے دوبارہ تشریف لانے کی خبر دی گئی تھی، لیکن آپ لوگوں کو اس بات کی بالکل خبر نہیں کہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں بھیجنے کا اپنا فیصلہ تبدیل کر دیا اور آیتوں کا مصداق ان کے بجائے مجھے قرار دیدیا، الفاظ مرزا جی کے یہ ہیں:

''خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیشین گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کر دیں'' (براہین احمدیہ ۸۵/۵)

گویا اللہ تعالیٰ کو مرزا جی کے چال چلن کچھ اتنے زیادہ پسند آگئے کہ اس نے آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں دوبارہ لانے کا اپنا فیصلہ بدل دیا اور جو آیتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت قرآن میں تھیں انہیں مرزا جی کی طرف کو پھیر دیا۔

مرزا جی کی انتہائی خباثت اور ان کے انتہائی صریح جھوٹ

اب اخیر میں ہم مرزا جی کے دو بیان نقل کرتے ہیں، ان دو میں سے ایک بیان میں مرزا نے اپنی کامل خباثت کا ثبوت دیتے ہوئے لاکھوں معصوم بچوں کے انتہائی ظالمانہ قتل کا ذمہ دار فرعون کے بجائے موسوی شریعت کو قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو مرزا کی ظالمانہ تحریر، لکھتے ہیں:

''موسوی شریعت اگرچہ جلالی تھی اور لاکھوں خون اس شریعت کے حکموں سے ہوئے یہاں تک کہ چار لاکھ کے قریب بچہ شیر خوار بھی مارا گیا'' (شہادۃ القرآن:۲۷)

قرآن شریف میں فرعون کا قول نقل کیا گیا ہے:

﴿قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ﴾ (اعراف:۱۲۷) ''کہا اب ہم قتل کریں گے ان کے لڑکوں کو اور زندہ چھوڑیں گے ان کی عورتوں (بچیوں) کو اور ہم تو بلاشبہ ان پر پورا قبضہ اور قابو رکھتے ہیں''۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا بھی، اللہ تعالیٰ فرعونیوں کی بابت ارشاد فرماتا ہے:

﴿يُقَتِّلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ﴾ (اعراف:۱۴۱) ''فرعون کے لوگ تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں (لڑکیوں) کو زندہ چھوڑتے تھے''۔

چونکہ قرآن شریف میں کئی مواقع پر صاف صاف فرمایا گیا ہے کہ فرعون کے لوگ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اس لئے تمام مسلمان یقینی طور پر معصوم بچوں کا قاتل فرعون ہی کو جانتے ہیں، فقط مرزا پہلے آدمی ہیں جنہوں نے قرآن شریف کے صریح خلاف بچوں کے قتل کا ذمہ دار موسوی شریعت کو قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ شریعت کا نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے نافذ کرنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے تو اسطرح موسوی شریعت پر قتل کا الزام لگانے کا مطلب ہوا اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کو معصوم بچوں کے قتل کا ملزم قرار دینا، یہ ہے مرزا جی کی کذب بیانیوں اور بہتان طرازیوں کی کیفیت، مقام حیرت ہے کہ ایسے بہتان طرازوں کو بھی نبی ورسول ماننے والے لوگ اس دنیا میں پائے جاتے ہیں، **فاعتبروا یا اولی الأبصار**۔

اب دوسرا انتہائی ظالمانہ وبدبختانہ مرزا جی کا جھوٹ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت سنئے اور سوچئے کہ کیسی خبیث روح مرزا جی کے بدن میں گھسی ہوئی تھی اور ابلیس ملعون ان سے کیا کیا کہلواتا چلا جاتا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت مرزا نے لکھا:

''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے، کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے'' (کشتی نوح، صفحہ ۶۵ حاشیہ)

کوئی انتہا ہے مرزا کی کذب بیانی اور بہتان طرازی کی کہ یورپ کے کروڑوں بے دینوں کی شراب خوری کا ذمہ دار انہوں نے اللہ کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ٹھہرایا ہے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے اس لئے یورپ کے لوگ شراب پیا کرتے ہیں۔

تو یہ تھے مرزا غلام احمد قادیانی جنہیں شیطان اور انگریزوں نے نبی بنا کر کھڑا کیا تھا وہ لاکھوں معصوم نونہالوں کے بے دردانہ قتل کی ذمہ داری حضرت موسیٰ پر نازل ہونے والی شریعت پر ڈالتے ہیں، اور یورپ کے کروڑہا کروڑ بے دین شرابیوں کی شراب نوشی کا ذمہ دار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں، اور قرآن کے حوالے دے دے کر انتہائی صریح جھوٹ بولتے ہیں۔

ایک اہم سوال

اب سوال یہ ہے کہ جب مرزا ایسے ایمان فروش اور دین وملت کے ایسے غدار واقع ہوئے تھے جس کی گواہی ان کی ہزار ہا تحریریں دے رہی ہیں تو اس کے باوجود بہت سے لوگ ان کے بہکاوے میں کیوں آئے اور ان کے جال میں کیوں پھنسے ہوئے ہیں؟ تب تو ایک مسلمان کو بھی مرزا سے عقیدت نہ ہونی چاہئے تھی، مگر دیکھا یہ جا رہا ہے کہ قادیانیت پھیل رہی ہے، اور بہت سے مسلمان اس کا شکار ہوتے جا رہے ہیں، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب میں ہماری گذارش یہ ہے کہ اس کے دو خاص سبب ہیں، جن پر فوری طور پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے، پہلا سبب تو یہ ہے کہ عام طور پر لوگ قادیانیت کی اصلیت سے لاعلم ہیں، اور اس کا فقط یہی ایک علاج ہے کہ تحریر وتقریر کے ذریعہ مسلمانوں کو اور خاص طور پر نسلم ناخواندہ عوام کو قادیانیت کی اصلیت سے باخبر کیا جائے، اور دوسری جانب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین یعنی سب سے آخری نبی ہونے اور قرآن شریف اور حدیث شریف کے آخری آسمانی وحی ہونے کے تفصیلی دلائل کی عام اشاعت کی جائے، اس کام کے لئے قصبات ودیہات کے دورے بھی کئے جائیں اور لٹریچر بھی شائع کیا جائے۔

اور دوسرا سبب قادیانیت کے پھیلنے کا یہ ہے کہ قادیانیوں نے اپنے باطل دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے عیسائی مشنریوں والا طریقہ کار اپنایا ہے، اس طرح کہ وہ اسکول کھولتے ہیں، جن میں غریب بچوں کے لئے مفت تعلیم کا انتظام کرتے ہیں، مفت ڈریس مہیا کرتے ہیں، دنیوی تعلیم کے ساتھ کلمہ، نماز اور عام طور پر پڑھی جانے والی دعائیں سکھاتے اور قرآن شریف پڑھاتے ہیں، بچوں کے سرپرست اور آس پاس کے مسلمان دیکھتے ہیں کہ بچوں کو دنیا کی تعلیم کے ساتھ دین کی تعلیم بھی دی جا رہی ہے، تو اس گروہ سے ان کے دلوں میں عقیدت قائم ہو جاتی ہے، اسی طرح قادیانی لوگ غریبوں کے لئے مفت یا بہت ہی کم قیمت پر دوا وعلاج کا بندوبست بھی کرتے ہیں، ظاہر ہے یہ سب وہ طریقے ہیں جن کے ذریعہ لوگوں کو اپنا معتقد بنانا نہایت آسان ہو جاتا ہے، پس اگر ہم قادیانیت کے کفر سے مسلمانوں اور خاص طور پر غریب مسلمانوں کو محفوظ رکھنا اپنا فرض جانتے ہیں تو یہ سب کام ہم کو بھی کرنے ہوں گے اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو اہل حق اپنی اپنی جگہ قادیانیت کی تردید وابطال کا فرض انجام دے رہے ہوں انہیں اور ان کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے اور جہاں اور جس مرحلہ پر ان کو مدد کی ضرورت ہو ممکن حد تک ان کے ساتھ تعاون کیا جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کام کے لئے خصوصی طور پر فکر مندی کی نعمت سے نوازے اور سلیقہ اور اخلاص نیت کے ساتھ یہ دینی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

✿✿✿

کہتا ہوں سچ

امین الدین شجاع الدین

فتاویٰ اور عدالت کے فیصلے اور دوہرا معیار

فتووں کے سلسلہ میں اور عدالتوں کے فیصلوں پر رائے زنی اور تبصروں کے سلسلہ میں عجب تضاد دیکھنے کو ملتا ہے۔ فتاوے کتاب وسنت اور فقہ کی روشنی میں دئے جاتے ہیں جبکہ عدالت کے فیصلے ملکی قانون کے مطابق! گویا دونوں کے اپنے اپنے مآخذ ہیں اور دونوں اپنے اپنے مقدمات وتنازعات اور استفتاء کے فیصلوں کے لئے ان کے مآخذ کے پابند ہیں، جس طرح ایک ہی مسئلہ پر فتوے مختلف ہوسکتے ہیں اسی طرح ایک ہی نوعیت کے مقدمے اور تنازعات میں عدالت کے فیصلوں میں بھی عموماً اختلاف رائے سامنے آتا ہے مثلاً ایک عدالت کا فیصلہ اس سے اعلیٰ اختیار رکھنے والی عدالت کے یہاں مسترد ہوجایا کرتا ہے لیکن اسی طرح جب صدیوں سے تسلیم شدہ مختلف مسالک کی روشنی میں ہمارے مفتیان کرام فتاوی صادر کرتے ہیں اور فقہی نقطۂ نظر کی روشنی میں کرتے ہیں تو واویلا مچ جاتا ہے، بدقسمتی سے باہمی مسلکی اختلافات کو ہمارے علماء بھی بیان کرنے سے نہیں چوکتے اور اس کے نتیجہ میں نہ صرف میڈیا کو موقع ہاتھ آتا ہے اور نہ صرف وہ رنگ آمیزی کے ساتھ انہیں اچھالتا ہے بلکہ خود ایک عام مسلمان بھی دینی امور میں شک وشبہ میں مبتلا ہوجاتا ہے، خدا نہ کرے، عقیدہ وایمان کے لحاظ سے اس کے نتائج بڑے سنگین ہوسکتے ہیں! آمدم برسر مطلب! اس کے برخلاف عدالتوں کے فیصلوں میں اختلاف اور ایک عدالت کے فیصلہ کو دوسری عدالت کے ذریعہ قانونی دائرہ ہی میں رہ کر کالعدم قرار دئے جانے کی مثالیں اور نظیریں بھی آئے دن سامنے آتی رہتی ہیں لیکن واہ رے تضاد! نہ ان پر کوئی تبصرہ، نہ رائے زنی، نہ اظہار خیال!! حاشا وکلا ہم عدالت کے فیصلوں کو چوراہوں کا موضوع بنائے جانیکے نہ کبھی قائل رہے ہیں اور نہ رہیں گے عدالت کا احترام سر آنکھوں پر! لیکن اسی کے ساتھ ہم بجا طور پر حق کے جانبداروں اور میڈیا میں بھی موجود سچائی کے طرفداروں سے عرض کرنا چاہیں گے کہ وہ اسی عینک سے فتووں کو بھی دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں جس طرح وہ عدالت کے مختلف فیصلوں کو دیکھتے ہیں۔ جس طرح عدالت کا احترام مطلوب ہے اسی طرح فقہی مسالک کا پاس ولحاظ بھی ملحوظ رہے بلکہ ثانی الذکر کا پاس ولحاظ تو ہمارے اس ملک میں، جو اگرچہ ایک سیکولر ملک کہلاتا ہے، لیکن چونکہ مذہبیت یہاں کے دیش باسیوں کے رگ وریشہ میں رچی بسی ہے اور یہ ریت وروایت آج کی نہیں صدیوں کی ہے۔ ۱۹۵۷ء میں فوجی بغاوت کی وجوہات میں مذہب وعقیدہ کے خلاف سمجھوتہ نہ کرنے کا جذبہ ہی تو کار فرما تھا! علاوہ ازیں نہرو جی کے الفاظ میں اس ملک کے اتحاد ویگانگت کے پس پشت باہمی رواداری کا جذبہ کارفرما ہے۔ یہ روایت جو ہماری شناخت ہے کے ہوتے ہوئے کسی خاص مذہب کو خواہ مخواہ نشانہ بنانا اور ان مذہبی مسائل کو (جن کی فہم وسمجھ فریق کو ہے بھی نہیں) باہمی رواداری کے جذبہ پر تیشہ چلانا اور قوموں کو ایک دوسرے سے برگشتہ کرنا ہوا جو جذبہ حب الوطنی کی صریح خلاف ورزی ہے۔

دراصل مسئلہ عدالت کا ہے نہ فتاوے کا بلکہ عداوت اور بغض وعناد کا ہے، لیکن تعصب کی عینک کو ہٹا کر اگر حقیقت پسندی سے کام لیا جائے تو وہ پائیں گے کہ خود ان کو درپیش مسائل کا حل بھی اسلام کے نظام میں موجود ہے۔ کاش کہ فتاوے کے سلسلہ میں وہ عدل سے کام لینا سیکھیں کہ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے!!☆☆

ممبئی کی مشہور ومعروف مٹھائی ساز فرم

طہورا سوئیٹس

اسپیشل مٹھائیاں

❖ افلاطون ❖ نان خطائیاں
❖ ڈرائی فروٹ برفی
❖ قلاقند ❖ ملائی مینگو برفی
❖ بادامی حلوہ ❖ گلاب جامن
❖ دودھی حلوہ ❖ گاجر حلوہ
❖ کاجو کتلی
❖ ملائی زعفرانی پیڑہ

مستورات کے لئے خاص ہتیسہ لڈو۔
ودیگر ہمہ اقسام کی مٹھائیاں دستیاب ہیں۔

لذیذ مٹھائیوں کے لئے
طہورا® سوئیٹس

بلاسس روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸
۲۳۰۸۲۷۷۳_۲۳۰۹۱۳۱۸

حاصل مطالعہ

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن

دلوں کے تاروں کو چھیڑنے والی چند حیات بخش تحریریں

(۱)

زندگی اجتماع کا نام ہے

مسلمانوں میں ایک جماعت بن کر رہنے کا شرعی نظام مفقود ہوگیا ہے، وہ بالکل اس گلے کی طرح ہیں جس کا انبوہ جنگل کی جھاڑیوں میں منتشر ہوگیا ہو، وہ بسا اوقات یکجا اکٹھے ہوکر اپنی جماعتی قوت کی نمائش کرنی چاہتے ہیں، کمیٹیاں بناتے ہیں، کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں، لیکن یہ تمام اجتماعی نمائشیں شریعت کی نظروں میں بھیڑ اور انبوہ کا حکم رکھتی ہیں، جماعت کا حکم نہیں رکھتیں، ''بھیڑ'' اور ''جماعت'' میں فرق ہے، پہلی چیز بازاروں میں نظر آجاتی ہے، جب کوئی تماشہ ہو رہا ہو، دوسری چیز جمعہ کے دن مسجدوں میں دیکھی جاسکتی ہے جب ہزاروں انسانوں کی منظم اور مرتب صفیں ایک مقصد، ایک جہت اور ایک حالت اور ایک ہی کے پیچھے مجتمع ہوتی ہیں۔

شریعت نے مسلمانوں کے لئے جہاں انفرادی زندگی کے اعمال مقرر کردئے ہیں وہاں ان کے لئے ایک اجتماعی نظام قرار دے دیا ہے، وہ کہتی ہے کہ زندگی اجتماع کا نام ہے، افراد واشخاص کوئی شے نہیں، جب کوئی قوم اس نظام کو ترک کردیتی ہے تو گویا اس کے افراد فکر فردا لئے کتنے ہی شخصی اعمال وطاعات میں سرگرم ہوں لیکن یہ سرگرمیاں اس بارے میں سود مند نہیں ہوسکتیں اور قوم جماعتی معصیت میں مبتلا ہوجاتی ہے، قرآن وسنت نے بتلایا ہے کہ شخصی زندگی کے معاصی کسی قوم کو یکایک برباد نہیں کردیتے، اشخاص کی معصیت کا زہر آہستہ آہستہ کام کرتا ہے، لیکن جماعتی زندگی کی معصیت کا تخم (یعنی نظام جماعتی کا نہ ہونا) ایسا تخم ہلاکت ہے جو فوراً بربادی کا پھل لاتا ہے اور پوری قوم کی قوم تباہ ہوجاتی ہے، شخصی اعمال کی اصلاح و درستگی بھی نظام اجتماعی کے قیام پر موقوف ہے، مسلمانان ہند جماعتی زندگی کی معصیت میں مبتلا ہیں اور جب جماعتی معصیت سب پر چھاگئی ہے تو افراد کی اصلاح کیوں کر ہوسکتی ہے؟؟!

کتاب وسنت نے جماعتی زندگی کے تین رکن بتلائے ہیں، تمام لوگ کسی ایک صاحب علم مسلمان پر جمع ہوجائیں اور وہ ان کا امام ہو، وہ جو کچھ تعلیم دے ایمان وصداقت کے ساتھ قبول کریں، قرآن وسنت کے ماتحت اس کے جو احکام ہوں ان کی بلا چوں وچرا تعمیل واطاعت کریں، سب کی زبانیں گونگی ہوں، صرف اسی کی زبان گویا ہو، سب کے دماغ بیکار ہوجائیں صرف اسی کا دماغ کارفرما ہو، لوگوں کے پاس نہ زبان ہو نہ دماغ، صرف دل ہو جو قبول کرے، صرف ہاتھ پاؤں ہوں جو عمل کریں۔

اگر ایسا نہیں ہے تو ایک ''بھیڑ'' ہے، ایک انبوہ ہے، جانوروں کا ایک جنگل ہے، کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ہے، مگر نہ تو ''جماعت'' ہے اور نہ ''امت'' نہ ''قوم'' نہ ''اجتماع'' اینٹیں ہیں مگر دیواریں نہیں، کنکر ہیں مگر پہاڑ نہیں، قطرے ہیں مگر دریا نہیں، کڑیاں ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے کردی جاتی ہیں مگر زنجیر نہیں جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کرلے سکتی ہے''۔

(مولانا ابوالکلام آزادؒ)

احیاء اسلام اور تجدید ملت کے لئے شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کا تجویز کردہ طریق کار

(بروایت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

''میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہورہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً ومعناً عام کیا جائے۔ بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی بستی میں قائم کئے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے۔ اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے۔ اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے''۔

(ماخوذ از وحدت امت، تالیف مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، شائع کردہ مکتبہ معارف لاہلپور)

(۲)

بھولا ہوا سبق

کون نہیں جانتا کہ ہندوستان میں جب سے مسلمانوں کی امامت وسیاست ختم ہوئی مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک کی ناتمامی کے بعد

مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ پہلے شخص تھے جنہوں نے اس بھولے ہوئے سبق کو یاد دلایا، نظری طور پر تو اس زمانے کے سوا کوئی اور کوشش بروئے کار نہیں آئی۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

امامت کیا ہے، کسی ایک لائق شخص کی سرداری میں افرادامت کی ایسی شیرازہ بندی کہ ان پر جماعت کا اطلاق ہوسکے، احکام شرعی کا نفاذ واجراء بقدر امکان انتظام پاسکے، اور جمعہ وجماعت اور نکاح وطلاق ومیراث وغیرہ کے احکام کی تنفیذ ہوسکے، اور اگر اس سے زیادہ قوت ہو تو استخلاف اور تمکین فی الارض کا وہ فرض بھی ادا ہوسکے، جس کی بشارت قرآن پاک نے دی ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی پراگندگی اور انتشار کی جو کیفیت ہے، اس پر کس مسلمان کی آنکھیں اشک بار نہیں لیکن کسی مریض کی حالت زار پر تیمارداروں کے آنسو خواہ وہ کتنے ہی مخلصانہ ہوں آب شفاء کا کام نہیں دے سکتے، اس کے لئے تو دوا کی تلاش میں دوڑ دھوپ، طبیبوں کی کھوج میں سعی وکوشش اور مریض کو دوا پلانے کے لئے جد وجہد وتاکید ہی کام آسکتی ہے۔

(علامہ سید سلیمان ندویؒ)

''ہوش میں آ مسلم خوابیدہ''

جناب متین احمد

سنایا یہ شبنم نے رو کر فسانا — ہوا دین رسوا وہ بدلا زمانا
ہوس بن گئی مدعا زندگی کا — یہ دنیا ہوس کا ہے صید یگانا
خرد محو رقص مسپندی نہ کیوں ہو — لگایا ہو جب عشق نے تازیانا
یہ تقلید مغرب کا دیکھو ثمر ہے — حدیث اور قرآن کا منکر زمانا
''ثقافت'' کے آغوش میں بجلیاں ہیں — مرے ہم صفیرو جلا آشیانا
بنی ''سم قاتل'' یہ جدت پسندی — چلی اس سے ہر سو ہوا دہریانا
مسلمان اٹھ اب تو خواب گراں سے — بنی دیکھ عصمت نبیؐ کی نشانا
تجھے دیکھ کر کیوں نہ گریاں ہو عالم — حیا پارہ پارہ، ادا فاسقانا
ہوئی طعنہ زن تجھ پہ ہر شئے جہاں کی — کہ غافل ہے تو اور فضا باغیانا
نمو جس نے پائی تھی خون جگر سے — وہ گلشن کیا تونے نذر زمانا
متین آج وحشی در آئے چمن میں
اجاڑیں نہ اس کو بچانا! بچانا!

(نوٹ) قافیے کی رعایت سے ''فسانا'' ''زمانا'' وغیرہ لکھا ہے اصل میں فسانہ اور زمانہ ہے۔

(۳)

دین کے ہر طبقہ میں تعاون علی البر والتقویٰ کی روح کیسے بیدار ہو؟

ایک بات یہ بھی جاننی چاہئے کہ امت میں طبقات کا اتنا اختلاف ہے اور اذہان کا اتنا تفاوت ہے اور حالات ایسے مختلف ہیں کہ کوئی دعوت وتحریک اور کوئی اصلاحی جدوجہد یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ وہ تمام طبقات کو متاثر کرسکتی ہے اور ان کی تسکین کا سامان کرسکتی ہے اور ان کی استعداد کے مطابق دینی غذا فراہم کرسکتی ہے کوئی ذہن تقریر سے متاثر ہوتا ہے، کسی پر لٹریچر اثر انداز ہوتا ہے اور کوئی کسی دوسرے ذریعہ سے متاثر کیا جاسکتا ہے اسی طرح واحد طریقہ کار سے ہر جگہ ماحول میں اور ہر حالت میں کامیابی مشکل ہے اس حقیقت کو نہ سمجھنے اور اس کے مطابق نہ چلنے سے لوگوں سے بڑی غلطیاں ہوتی ہیں، بہت سے لوگ قابل قدر اور بڑے مخلص ہیں لیکن ان لوگوں کا اس وقت تک دل خوش نہیں ہوتا جب تک کہ ہر شخص اسی مخصوص طرز پر کام نہ کرے جس کو اس نے اختیار کیا ہے حالاں کہ عمومی اصلاح وانقلابی تحریکوں اور دعوتوں کا معاملہ یہ نہیں ہوتا، وہاں ہر چیز اس کے صحیح مقام پر رکھی جاتی ہے اور ٹھیک چوکھٹے میں بٹھائی جاتی ہے ہر شخص سے وہی کام لیا جاتا ہے جس کا وہ زیادہ اہل ہو اور اس میں دوسروں سے ممتاز ہو اور جس کو دوسروں سے بہتر طریقہ پر انجام دے سکتا ہو۔

یہ اللہ کی طرف سے انتظام سمجھنا چاہئے کہ کچھ لوگ اس راستہ سے دین تک آجائیں اور کچھ اس راستہ سے آجائیں، اپنے طریقہ کار کو مناسب طریقہ سے ان کے سامنے اکثر وبیشتر پیش کرتے رہنا چاہئے لیکن اس طرح نہیں کہ اس میں دین کے دوسرے کاموں اور دینی واصلاحی مساعی کی نفی اور تحقیر ہوتی ہو اور اخلاص سے کام کرنے والوں کی ہمت شکنی اور انہیں مایوسی اور بددلی پیدا ہو اس طرح امت کے مختلف طبقات اور جماعتوں میں ''تعاون علی البر والتقویٰ'' کی روح بیدار ہوگی جو عرصہ سے مفقود ہوچکی ہے اور جس کی اس زمانہ میں (جبکہ باطل مختلف شکلوں میں اور نت نئے حربوں کے ساتھ حملہ آور ہے اور اہل باطل ''مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَنْسِلُوْن'' (ہر ٹیلے اور ٹاپو سے ابلے چلے آرہے ہیں) سخت ضرورت ہے۔

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)

اپنے ایک مضمون میں راقم الحروف نے اس دوہرے معیار کی نشاندہی کی ہے جو فتووں اور عدالت کے فیصلوں کے سلسلہ میں دیکھنے میں آتا ہے اس لئے کہ اکثر جس طرح عدالت کے فیصلے مختلف ہوا کرتے اور اعلیٰ عدالتوں کے ذریعہ مسترد کردئے جاتے ہیں اسی طرح ایک مفتی کسی دوسرے مفتی کے فتویٰ کو کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح نہیں مانتا تو گویا نوعیت ایک ہی ہے لیکن برا ہو تعصب اور اسلام دشمنی کا کہ فتووں کو موضوع بنالیا جاتا ہے اور ان پر چائے خانوں میں اور چوراہوں پر ہر کس وناکس گفتگو کرنے لگتا ہے۔ یہ دوہرا معیار توجہ طلب بھی ہے اور اصلاح طلب بھی

''ساحل دور ہے اور خطرہ قریب'' کے عنوان سے مضمون دراصل ایک انتخاب ہے جو تعلیمی سال کے اختتام کی مناسبت سے کیا گیا ہے جو بتاتا ہے کہ علمی مراکز کی بنیادی ذمہ داریاں ایک اچھے وخوش اسلوب معاشرہ کی تشکیل ہے اور اس کے لئے مناسب ماحول مہیا کرنا ان کا اولین فریضہ ہے۔

ہم شکر گذار ہیں جناب مولانا محمد عارف سنبھلی مدظلہ کے کہ انہوں نے ہماری درخواست پر تعمیر حیات کو اپنا مضمون عنایت فرمایا۔ واقف کار قارئین بخوبی واقف ہیں کہ مولانائے محترم کا موضوع باطل فرقوں کا رد اور ان کا استیصال رہا ہے۔ چنانچہ اس شمارہ میں قادیانیت پر شامل مضمون کی پہلی قسط مرزا کی قلعی کھولتی اور اسے بے نقاب کرتی ہے۔ آج جب کہ فتنے دبے پاؤں معاشرہ میں داخل ہورہے ہیں، لازم ہے کہ ہم چوکنا رہیں امید یکہ مولانائے محترم کی توجہ ہمیں حاصل رہے گی اور ان صفحات سے ابطال باطل کا فریضہ انجام پاتا رہے گا۔

اس شمارہ میں ہمارے قارئین ''پھول کھلے ہیں گلشن گلشن'' کے نام سے ایک نئے کالم کا اضافہ دیکھ سکیں گے جس میں چند منتخب عبارتیں ہیں جن کو حاصل مطالعہ کہا جاسکتا ہے۔ کار ہجوم اور مصروفیت کے اس دور میں ضروری ہے کہ مختصر سے لفظوں میں ایک جامع پیغام عوام کے سامنے آسکے۔ اللہ کرے کہ یہ کالم نافع ثابت ہو اور قارئین کو پسند آئے۔

سب سے آخر میں لیکن سب سے زیادہ عقیدت واحترام کے ساتھ میں شکر گذار ہوں حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء ڈاکٹر سعید الاعظمی ندوی مدظلہ العالی کا کہ انہوں نے اپنے مقالہ کی اشاعت کی اجازت مرحمت کی، ترجمانی اگرچہ ترجمانی ہوتی ہے اور اس میں اصل مقالہ کا جلال وشکوہ اور اسلوب ترجمہ کی نذر ہوجاتا ہے لیکن وہ جو اقبالؔ نے کہا کہ دانا الفاظ کے پیچ وخم میں نہیں الجھتے بلکہ غواص کو صدف یا گہر سے سروکار ہوتا ہے، ہمیں یقین ہے کہ ہمارے قارئین ایک دیدہ ور وکہنہ مشق صحافی کے افکار پر نگاہ رکھیں گے۔ ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے دیرینہ ومحترم رفیق جناب مولانا ابراہیم ندوی مدنی کا شکریہ ادا نہ کروں جن کے تعاون کے بغیر مولانائے محترم کے اداریہ کے ترجمہ کی اشاعت میرے لئے ممکن نہیں تھی۔

مخدوم ومربی حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی گذشتہ دنوں جرمنی کے سفر پر رہے اور حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء بنگلور وبمبئی کے سفر پر، پرچہ کو بروقت پریس بھیجے جانے کے لئے ناگزیر تھا کہ اداریہ کی کوئی شکل نکالی جاتی، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی کے اداریہ نے میرے لئے مشکل کشائی کا کام کیا۔

حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء نے بنگلور کے اپنے سفر میں جامعہ رشاد العلوم کے اجلاس سالانہ میں شرکت فرمائی۔ اور ندوہ اور مدارس اسلامیہ کے خیر خواہ نیز حضرت مولانا علی میاںؒ کے میزبان وعاشق زار جناب محمد بھائی آندھرا ٹرانسپورٹ کی عیادت بھی فرمائی۔ کارکنان ادارہ جناب محمد بھائی آندھرا ٹرانسپورٹ کی صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ کے لئے دل کی گہرائیوں کے ساتھ دعا گو ہیں۔

گذشتہ دنوں چند گھنٹوں کے لئے جناب مولانا ولی رحمانی صاحب ندوہ تشریف لائے۔ مولانائے محترم نے مسلم مجلس مشاورت کے اجلاس میں شرکت فرمائی اور حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء کی تعزیت فرمائی کہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ہی اب خانوادۂ حسنی کے سرپرست اعلیٰ اور مربی ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ اس شمارہ میں ہم خلیل حسنی کی مرتب کردہ حضرت فارسی امیر حسن صاحب مدظلہ العالی (ہردوئی) کی اس بیش قیمت تقریر کو شامل نہیں کرپارہے ہیں انتقال سے متعلق اس تقریر کی برمحل اشاعت نہ ہونے میں میرے نقل مکانی کو دخل ہے۔

والسلام
امین شجاع

دعائے مغفرت

انور گنج کانپور کے حاجی نذر محمد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، مرحوم حضرت مولانا علی میاں اور حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ سے غیر معمولی محبت وعقیدت رکھتے تھے، دونوں اکابر سے مرحوم کے گہرے روابط وتعلقات تھے۔

مرحوم کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہے، مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

مرحوم کے بیٹے حاجی سلطان صاحب بھی ان دونوں بزرگوں سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔

(عبدالمبین خاں محصل دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ

علم کا سفر اللہ کی رہنمائی میں ہو

یہ وہ پیغام تھا جو غار حراء میں نازل ہونے والی پہلی وحی میں اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنے بندوں کو دیا تھا اور اس زمانہ کے اس ماحول میں دیا تھا جب قلمکاری تو کیا حروف شناسی بھی عام نہ تھی۔ لیکن یہ آفاقی پیغام تھا اور اسے قیامت تک باقی رکھنا مقصود تھا اس لئے بھلے ہی بظاہر وقت کے آشیانہ سے بلند دکھائی پڑ رہا تھا لیکن اس کا نزول انسانیت کے معلم و محسن پر ہو رہا تھا جو اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہاں تو وہ دور کہ حروف شناسی بھی محال تھی اور کہاں آج کا زمانہ کہ دنیا کو علم کے دھماکہ (Explosion) کا تجربہ ہو رہا ہے۔ اس کی وسعتوں کا اندازہ لگانا اور اس کی تھاہ کا پتہ چلانا مشکل معلوم پڑتا ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ علم کی افادیت کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے Specialization اختصاص پر توجہ مرکوز کی جا رہی ہے۔

اختصاص کی فکر نے علم کے جہتوں اور سمتوں کی تعیین میں یقیناً مدد کی ہے لیکن جہاں جہاں مقصدیت کی پاکیزگی کی روح سے یہ فکر اپنا دامن بچا لے گئی ان میدانوں میں اس نے ٹھوکریں کھائی۔ شاعر نے تو دل کے متعلق کہا تھا

دل سا دوست نہ دل سا دشمن
کامل رہبر ، قاتل رہزن

یہی بات علم اور تعلیم پر بھی صادق آتی ہے کہ اگر علم کا رشتہ اپنے رب کے نام سے خدانخواستہ منقطع ہو گیا یا خدانخواستہ یہ سفر اس ہی کے نام سے شروع نہ ہوا تو پھر یہی علم تعمیر گلستان کے بجائے چمن کو افسردہ کرتا اور اجاڑتا ہے اور انسانی قافلوں کا رہبر نہیں رہزن بن جاتا ہے۔

علم و تعلیم کا یہ پہلو اس وقت سامنے آتا ہے جب معاملہ علم کی وسعتوں اور پنہائیوں کا ہو ان دنوں دنیا تباہ کن آلات، خودکش بم دھماکوں، میزائیلوں اور زہریلی گیسوں کی صورت میں نام نہاد علم کی اصلیت کو دنیا دیکھ رہی ہے۔

لیکن علم و تعلیم کا ایک پہلو اور ہے جو بڑا اسطحی ہے اور جس میں نہایت اتھلا پن ہے اور وہ ہے ہماری یونیورسٹیوں کا عمومی ماحول اور خصوصاً طلبہ کی انجمنوں (Unions) کے الیکشن کے موقعوں پر طوفان بدتمیزی بپا کرنے کا مزاج۔ گذشتہ دنوں تہذیب و تمدن کا گہوارہ کہلائے جانے والے شہر لکھنؤ کے نام سے منسوب یونیورسٹی اور اس سے ملحق کالجوں کے ان الیکشنوں کے موقع پر جو کچھ دیکھنے میں آیا اور جن ہاتھوں میں قوم قلم و کاغذ دیکھنے کی بجا طور پر متمنی ہے، ان ہاتھوں میں ہتھیاروں کو دیکھا گیا تو ملک و قوم کی فکر کی آخری رمق بھی اگر ختم نہ ہو گئی ہو، تو آنکھیں اشکبار ہوئے بغیر نہ رہی ہوں گی۔ وی سی اور پروفیسرز کے گھیراؤ اور ان پر پتھراؤ اب معمولات بنتے جا رہے ہیں اگر ملک و قوم کا مستقبل ان دانش گاہوں اور ان نوجوانوں سے وابستہ ہے اور یقیناً ہے تو اس پر حساس و باضمیر انسانوں کو حیرت بھی ہونی چاہیئے اور غیرت بھی آنی چاہیئے۔ یہ سب کچھ اس وقت سے ہوا ہے جب دانش گاہوں پر سیاست کے سائے گہرے ہوتے چلے گئے اور نتیجہ میں علم و تعلیم کے ان دیر و حرم کا تقدس نہ صرف مجروح ہوتا چلا گیا بلکہ محسوس ہوتا ہے (خدا کرے یہ احساس صحیح نہ ہو) کہ اب تو رخصت ہو چکا ہے۔

افسوس کہ موجودہ سیاست نے ہر میدان کو آلودہ کرنا شروع کر دیا اور انتہا یہ کر دی کہ کہاں تو سیاست کو مذہب کے زیر اثر رکھنا چاہیئے تھا لیکن اس کے برعکس سیاست دانوں کو مذہب کا استحصال کرنے اور وقتاً فوقتاً مذہبی جذبات کو استعمال کرنے میں بھی عار نہیں رہا۔ مذہب آخری چوکی ہو سکتا تھا جب سیاست کی آلائشوں نے اسے بھی نہیں بخشا تو دانش گاہیں کیوں کر محفوظ رہ سکتی تھیں!!!

مسئلہ کا حل یہی ہے کہ نہ صرف سیاست اپنا قبلہ درست کرے بلکہ علم و تعلیم بھی اپنے رشتہ کو اس رب سے جوڑے جو سب کا خالق ہے۔

(پروپرائٹر : ولی اللہ)

ولی اللہ جویلرس

WALI ULLAH JEWELLERS

All Kinds of Gold, Silver & Diamond Jewellery

Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow - 226 018

Mob. : 9415090544, Shop : 2627446, Res. : 2254796

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ شمامۃ العنبر

☆ عطر گلاب ☆ روح خس ☆ عطر موتیا ☆ عطر حنا ☆ عطر گل ☆ عطر کیوڑہ

☆ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔

ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں فون: 234445

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر، قنوج یوپی آئیڈیل پرفیوم سنٹر (پرائیویٹ لمیٹڈ) قنوج

کلونجی تیل

اصلی تیل کی پہچان، موجود کا نشان۔ کلونجی تیل و دیگر پروڈکٹس سے کینسر، شوگر، بلڈ پریشر، پیٹ کے جملہ امراض، اعضاء کے درد و غیرہ کے مریض شفایاب ہو رہے ہیں۔

سپر اسٹاکسٹ

حرمین ٹریڈرس

مسجد مرکز، کچہری روڈ، امین آباد، لکھنؤ

موبائل: 9415750289 فون: 0522-2617956

دوکاندار، یو۔پی اضلاع میں ایجنسی کیلئے رابطہ کریں۔

Maqbool Mian Jewellers

مقبول میاں جویلرس

Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow.

Phone : 2618636, 2258506

Mobile : 9415001207

IZHARSON PERFUMERS

Phone : 0522-2255257

اظہارسن پرفیومرس

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق کیوڑہ، عرق گلاب، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

کی ایک قابل اعتماد دکان

ایک مرتبہ تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں

اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ ۳

تیار کردہ

Izharson Perfumers

Akbari Gate, Chowk, Lucknow-226003

E-mail izharsonperfumers @yahoo.com

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirts, Trousers, Coat-Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.

شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں

menmark®

58, Hairwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow

Phone (S)2616946, (R)2627443